Atlantis Publications
قاتل کا شکار
محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز
اشتیاق احمد

ایک حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چھ چیزوں میں انبیائے کرام پر فضیلت دی گئی ہے۔ (1) مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں (2) رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے (3) مال غنیمت میرے لیے حلال کر دیا گیا ہے (4) روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور پاک کرنے والی چیز بنا دیا گیا ہے (5) مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا ہے (6) مجھ پر تمام نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔
☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔
☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔
☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ: قاتل کا شکار سے ملنے ... اس سے ملاقات خوش گوار نہیں ہو سکتی... لیکن اب یہ آپ کی مجبوری ہے کہ ناول پڑھنا ہے تو اس سے ملاقات بھی کرنا پڑے گی... یہ اور بات ہے کہ آپ اس ناول میں کرائے کے قاتل کو تلاش کرتے رہ جائیں اور آپ کو ڈھونڈے سے نہ ملے... جی ہاں! آپ اسے تلاش نہیں کر سکیں گے... یہاں تک کہ ناول ختم ہو جائے گا اور آپ اس کی گرد کو بھی نہیں پا سکیں گے... بعد میں آپ کہتے نظر آئیں گے، ہمیں قاتل کی گرد کو کرنا بھی کیا... نہیں ملتی، نہ ملے... اور گرد ہی کیا... ہمیں تو قاتل نہ ملے تب بھی کیا... نہ ملے... ہم کیوں شہر کے اندیشے میں دبلے ہوں... ہم کوئی قاضی ہیں کیا...

لیجیے! بات کرائے کے قاتل سے شہر کے قاضی تک جا پہنچی... ان دو باتوں میں بس یہی بات بری ہے کہ کہیں کی کہیں نکل جاتی ہیں اور پھر ہاتھ نہیں آتیں... پوری چھلاوہ ہیں چھلاوہ...

اب آپ یہ نہ پوچھ بیٹھیے گا کہ چھلاوہ کسے کہتے ہیں... اس سے

کہیں بہتر ہے کہ ہم ناول کے بارے میں دو باتیں کیوں نہ کر لیں...

یہ ناول انتہائی تیز رفتاری سے مکمل ہوا... یعنی صرف دس دن میں... جس کا مطلب یہ نہیں کہ صبح سے شام تک لکھا گیا، تب جا کر دس دن میں مکمل ہوا... جی نہیں... مجھے ظاہر ہے دیگر کام بھی کرنا ہوتا ہے... پھر یہ لکھا بھی گیا رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں... جس میں رات کو تراویح بھی پڑھی جاتی ہیں... ان سب باتوں کے باوجود ناول صرف دس دن میں مکمل ہوا... اور جو ناول کم ترین وقت میں مکمل ہو، اس کی روانی کی بات ہی اور ہوتی ہے... لہٰذا ناول میں آپ بدستور روانی محسوس کریں گے، بلکہ اس کی روانی آپ کو اپنے ساتھ بہا لے جائے گی...

اور ایک بات تو رہ ہی گئی... قاتل کا شکار میں آپ مجرم کو گدھے کے سینگ کی طرح غائب پائیں گے... جس طرح آپ گدھے کے سینگوں کو تلاش نہیں کر سکتے، اسی طرح اس ناول کے مجرم کو بھی نہیں پا سکیں گے... جی ہاں اور نہیں تو کیا... پڑھ کر دیکھ لیں... ویسے میں نے ان دو باتوں میں مجرم کی طرف اشارہ کر دیا ہے...

دستک

''یار محمود! میرے خیال میں آج جلدی یہاں سے رخصت ہو جانا چاہیے... کیونکہ میرا بایاں کان پھڑک رہا ہے۔''

''بھائی... وہ بائیں آنکھ کا پھڑکنا ہوتا ہے، کان کا نہیں۔'' محمود ہنسا۔

''حد ہو گئی... کان میرا پھڑک رہا ہے... تم اپنی آنکھ پھڑکا لینا... روکا کس نے ہے... چلو گھر چلیں... کہیں پارک میں کوئی بیل نہ آ دھمکے۔'' فاروق ڈرے ڈرے انداز میں بولا۔

''پارک میں بیل... کیا کہہ رہے ہو میاں۔'' محمود نے حیران ہو کر کہا۔

''اوہو یار تم سمجھتے کیوں نہیں، تم نے سنا نہیں... آ بیل مجھے مار''

''ہاں کیوں نہیں... یہ تو سنا ہے... بلکہ ہم اپنی گفتگو میں یہ کہتے بھی رہتے ہیں... خاص طور پر تم... لیکن یہاں تو دور دور تک کوئی

بیل نہیں ہے... یہ تو نیشنل پارک ہے ... یہاں بیل کا کیا کام۔''

'' حد ہوگئی... بھائی عقل کے ناخن لو... آ بیل مجھے مار محاورہ بولنے کیلئے کسی بیل کا ہونا ضروری نہیں ہوتا... اور آج اس پارک میں مجھے ہر طرف بیل ہی بیل نظر آرہے ہیں... میرا دل دھک دھک کر رہا ہے... لہذا میری مانو... اور اب اٹھ چلو۔''

'' لیکن ابھی میرے حساب کے سوالات رہتے ہیں۔''

'' وہ گھر چل کر کر لینا۔''

'' یہ تم اتنے ڈرپوک کب سے ہو گئے ۔'' محمود نے برا سا منہ بنایا اور لگا اپنی کتابیں سمیٹنے۔

'' ڈرپوک ہو گے تم ... میں تو بس آ بیل مجھے مار کا قائل نہیں ہوں۔''

'' لیکن یہاں دور دور تک کوئی بات نظر نہیں آرہی۔''

'' مہربانی کر کے تم میری آنکھوں سے دیکھو۔''

'' تمہاری آنکھوں سے کیوں دیکھوں... کیا میری نظر کمزور ہو گئی ہے۔'' محمود نے جھلا کر کہا۔

'' میرا خیال تو یہی ہے ... تمہیں سامنے بیٹھا بیل نظر نہیں آرہا۔''

'' ہائیں ... کیا کہا... سامنے کوئی بیل بیٹھا ہے ... ارے نہیں ...

مذاق نہ کرو... وہ تو کوئی شریف انسان ہے۔''

'' ہاں! بالکل ... لیکن ابھی ابھی ایک شخص خفیہ طور پر اسے کوئی رقعہ دے کر گیا ہے ... اس وقت تمہارا منہ دوسری طرف تھا... جب کہ میرا منہ اس کی طرف تھا ... اس نے وہ رقعہ بہت ہی خوف کے عالم میں پکڑا تھا ... دوسرا آدمی کوئی بات کیے بغیر فوراً ہی پارک کے دروازے کی طرف چلا گیا تھا...''

'' تب تم سے زبردست غلطی ہوئی... تمہیں تو اس کا تعاقب شروع کر دینا چاہیے تھا... میں اسے دیکھ لیتا۔'' محمود نے جھلا کر کہا۔

'' اور وہ بیل کہاں جاتا۔'' فاروق زبردستی مسکرایا۔

'' توبہ ہے تم سے ... کیا بیل بیل لگا رکھی ہے ... آؤ دیکھتے ہیں ... معاملہ پراسرار لگتا ہے ؟'' محمود نے اس نوجوان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

'' دیکھا... اتنی دیر سے میں اسی بات کو تو رو رہا تھا ... کہیں وہی معاملہ نہ ہو جائے ... آ بیل مجھے مار۔''

'' اب تم نے ہی تو اس کی طرف متوجہ کیا ہے۔''

'' میں تو یہاں سے چلے چلنے کی وجہ بیان کر رہا تھا۔''

'' لیکن وجہ معلوم ہونے کے بعد اب ہم کس طرح جا سکتے ہیں۔''

''اور وہ تمہارے حساب کے سوال۔''

''انہیں بعد میں دیکھ لیں گے۔'' محمود مسکرایا۔

''بعد میں وقت کہاں رہ جائے گا۔'' فاروق گھبرا کر بولا۔

''دیکھا جائے گا۔'' محمود نے کندھے اچکائے۔

''اس کا مطلب ہے... میرا کان درست پھڑک رہا تھا۔''

محمود نے جیسے سنا ہی نہیں... اٹھ کر اس نوجوان کی طرف چل پڑا... فاروق بھی بڑے بڑے منہ بناتا اس کے پیچھے چل پڑا:

''السلام علیکم۔'' محمود نے اس کے نزدیک پہنچ کر کہا۔

''وع... وع... علیکم... السلام۔'' اس کے منہ سے گھبرائے ہوئے انداز میں نکلا۔

''بے چارے وعلیکم السلام کے بھی تین ٹکڑے کر دیے۔'' فاروق بولا۔

''ج... جی... کیا کہا آپ نے۔'' اس نے گھبرا کر کہا۔

''کیا ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں۔'' محمود نے کہا۔

''ج... جی... ضرور... کیوں نہیں۔''

وہ بنچ پر ایک طرف ہوگیا:

''نیچے گھاس پر ٹھیک ہے... گھاس کا اپنا مزہ ہے۔''

''جی ہاں... یہ تو ہے۔''

''خیر تو ہے... آپ بہت گھبرائے ہوئے نظر آرہے ہیں۔''

''م... ن... نہیں تو۔''

''آپ کا مطلب ہے... آپ گھبرائے ہوئے نہیں ہیں۔''

''جی نہیں تو۔''

''اچھا تب تو ٹھیک ہے... ہم یونہی خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے۔'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

''حد ہوگئی... ارے بھائی خوش فہمی میں نہیں... غلط فہمی میں۔'' محمود نے جھلا کر اسے ٹوکا۔

''غلط فہمی میں تم مبتلا ہو جاؤ... میں خوش فہمی میں مبتلا ہونا پسند کرتا ہوں۔'' فاروق بھلا کب رکنے والا تھا۔

''ویسے وہ شخص آپ کو ایک رقعہ دے گیا ہے۔'' محمود نرم گرم لہجے میں بولا۔

''کیا مطلب!!!'' وہ بہت زور سے اچھلا... اس کی آنکھوں میں بے تحاشہ خوف دوڑ گیا۔

O

چند لمحے تک وہ ان کی طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتا رہا... پھر

ڈرے ڈرے انداز میں بولا:

"نن... نہیں... نہیں... آپ غلط کہتے ہیں... ایسی کوئی بات نہیں۔"

"وہ تو کب کا جا چکا ہے... پھر اس قدر خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔"

"کک... کون میں... نہیں تو... میں تو خوفزدہ نہیں ہوں۔"

"اور وہ رقعہ۔"

"مم... میں نے کہا... مجھے کوئی شخص کوئی رقعہ نہیں دے گیا۔"

"کیا بات کرتے ہیں... میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

"اوہ۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"دیکھیے! ہم آپ کے ہمدرد ہیں... آپ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔"

"آپ... اور میری مدد کریں گے... وہ بھی اس کے..."

وہ کہتے کہتے رک گیا... اس کی آنکھوں میں خوف اور بڑھ گیا۔

"وہ بھی اس کے سے آگے بھی کہہ دیں... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"نن نہیں... وہ... وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"اللہ کا شکر ہے۔" فاروق خوش ہوگیا۔

"آپ کس بات پر خوش ہو رہے ہیں۔"

"ابھی تک آپ اس بات سے انکار کرتے رہے تھے... اب مان گئے ہیں۔"

"اب! اب میں کیا کروں... آپ لوگ مجھے پریشان نہ کریں اور جائیں... اپنا کام کریں... آپ تو یوں بھی اسکول کے طالب علم لگتے ہیں... آپ کیا میری مدد کریں گے... میں جس شخص سے خوفزدہ ہوں... وہ تو بہت ہی خوفناک آدمی ہے۔"

"اللہ کا اور زیادہ شکر ہے۔" فاروق نے دانت نکال دیئے۔

"آپ بھی عجیب ہیں۔" وہ جھلا اٹھا۔

"اس میں تو خیر شک نہیں... ہم عجیب ہیں... لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم غریب بھی ہیں... اسی لیے آپ جیسے حضرات کے کام آنے کی کوشش کرتے ہیں... اگر آپ کسی شخص کی وجہ سے خوفزدہ ہیں اور اس وقت وہ رقعہ بھی آپ کو اسی خوفناک آدمی کی طرف سے ملا ہے تو مہربانی فرما کر وہ رقعہ ہمیں دکھا دیں۔"

"آپ... نہیں جانتے... اسے اس بات کی خبر ہو جائے گی۔"

"کیسے ہو جائے گی۔"

"وہ بہت باخبر ہے... بہت چوکنا ہے... اس کے کارندے کتوں

کی طرح بو سونگھتے پھرتے ہیں...ادھر میں آپ کو اس کے بارے میں بتاؤں گا ... ادھر اس کا کوئی کارندہ مجھ تک پہنچ جائے گا اور پھر جانتے ہیں کیا ہوگا۔"

"کیا ہوگا..." دونوں ایک ساتھ بولے۔

"میری لاش کہیں پڑی ہوگی۔"

"ارے نہیں ... مذاق نہ کریں اور ساری بات ہمیں بتا دیں۔"

"کم از کم میں یہاں نہیں بتا سکتا ... یہاں تو کسی طرف سے بھی گولی آ سکتی ہے ... اور وہ مجھے چاٹ جائے گی..."

"اچھی بات ہے ... ہم آپ کو اپنے گھر لیے چلتے ہیں۔"

"نن نہیں ... نہیں۔" وہ چلا اٹھا۔

"کیوں ... کیا ہوا۔"

"میں آپ لوگوں کو نہیں جانتا ... نہ جانے آپ کون ہیں نہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ آپ میری کوئی مدد کر سکتے ہیں... ہاں اتنا ضرور ہے کہ میں آپ لوگوں کی وجہ سے مصیبت میں ضرور پھنس جاؤں گا ... کیونکہ آپ اسے نہیں جانتے۔"

"اچھی بات ہے ... ہم آپ کے ساتھ آپ کے گھر چلے چلتے ہیں ... آپ اطمینان رکھیں... ہماری وجہ سے آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی

... بلکہ ہم آپ کے لیے مفید ہی ثابت ہوں گے ... کیونکہ آپ نہیں جانتے ... ہم کون ہیں۔"

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں ... میں نہیں جانتا ،آپ کون ہیں۔"

"تو چلیے ... ہمیں اپنے گھر لے چلیں... اللہ کے لیے ہماری بات مان لیں۔"

"اچھی بات ہے ... آیئے۔"

انہوں نے فوراً اپنی کتابیں اٹھائیں اور اس کے ساتھ پارک سے نکل آئے:

"میرے پاس تو سائیکل ہے ... لیکن ہم تین اس پر کیسے جا سکتے ہیں، میں نہیں چلا سکوں گا۔"

"فکر نہ کریں... ہمارے پاس اپنی کار ہے۔"

"کیا کہا ... آپ تو ابھی بچے ہیں ... بچے کار چلا سکتے ہیں۔"

"ہاں! فکر نہ کریں... اپنی سائیکل اسٹینڈ پر ہی رہنے دیں...وہ ہم بعد میں منگوا لیں گے ... اس وقت آپ ہمارے ساتھ آ ئیں۔"

اس کی حیرت بڑھ گئی ... پھر وہ گھبرایا ہوا پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا... محمود نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"راستہ بتاتے رہیے گا۔"

''اچھا... چھا... ویسے میں بہت حیران ہوں۔''

''جب ہم اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے تو آپ کی حیرت دور ہو جائے گی اور گھبراہٹ بھی۔''

''اچھی بات ہے۔''

اور پھر وہ انہیں راستہ بتانے لگا... یہاں تک کہ وہ آدھ گھنٹے بعد ایک بستی میں داخل ہوئے... ایک جگہ اس نے کہا:

''بس... کار آپ کو یہیں کھڑی کرنا پڑے گی... آگے کار کا راستہ نہیں ہے۔''

''اچھی بات ہے۔''

انہوں نے کار ایک طرف کھڑی کر دی اور پھر اس کے پیچھے چلتے ایک چھوٹے سے گھر کے سامنے رک گئے۔ اس نے دستک دی۔ اندر سے کسی لڑکی کی آواز سنائی دی: ''کون؟''

''یہ میں ہوں راشد... دروازہ کھول دو سمیہ۔''

دروازہ کھلا اور ایک بارہ تیرہ سال کی لڑکی نظر آئی:

''السلام علیکم بھائی جان...''

''وعلیکم السلام... آیئے۔'' اس نے پہلے لڑکی کو سلام کا جواب دیا پھر ان سے بولا۔

وہ اس کے ساتھ اندر داخل ہوئے... مکان صرف دو کمروں کا تھا۔ اس نے انہیں ایک کمرے میں بٹھایا... پھر بولا:

''سمیہ ان کے لیے چائے تو بنا دو۔''

''نہیں راشد صاحب! ہم چائے نہیں پئیں گے... ابھی ہمارا چائے پینے کا وقت نہیں ہوا... گھر میں والد، والدہ اور بہن کے ساتھ ٹھیک پانچ بجے شام چائے پینے کا معمول ہے ہمارا اور ہم انشاء اللہ پانچ بجے سے پہلے وہاں پہنچ جائیں گے... یہ آپ کی بہن ہیں۔''

''ارے ہاں... یہ میری چھوٹی بہن ہے۔''

''یہ کون لوگ ہیں بیٹا۔'' ایک خاتون کی آواز سنائی دی۔

انہوں نے دیکھا، درمیانے قد کی ایک شفیق چہرے والی خاتون ان کی طرف بڑھ رہی تھیں:

''یہ میری والدہ ہیں...''

''السلام علیکم... بیٹے کون ہیں یہ۔''

''امی جان! میں نہیں جانتا، نیشنل پارک میں ملاقات ہوئی تھی، میں ابھی آپ کو ساری بات بتاؤں گا... پہلے ان سے بات کر لوں۔''

''لیکن بیٹا... تم پھر نیشنل پارک کیوں گئے تھے۔''

''ماں! اس نے حکم دیا تھا... نیشنل پارک پہنچ جاؤ... اب میں کیا

کرتا۔"

"پتا نہیں... ہمارا اس سے کب پیچھا چھوٹے گا۔"

"اچھا آپ دونوں دوسرے کمرے میں بیٹھیں ... میں ان سے بات کرتا ہوں۔"

عین اسی وقت دروازے پر زور دار انداز میں دستک ہوئی۔ وہ تینوں بری طرح اچھلے... اور ان کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

☆☆☆☆☆

تین شکار

"اُف مالک! کیا... کیا یہ وہی لوگ ہیں۔"

"امید تو نہیں... کیونکہ ان کا ایک ساتھی پارک میں مجھ سے مل کر گیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ دروازے پر چلا گیا... اس نے بوکھلائی ہوئی آواز میں کہا:

"کون؟"

"تیرا باپ! دروازہ کھول اُلو کے پٹھے۔" باہر سے نہایت بدتمیزی سے کہا گیا۔

"نن ... نہیں ... نہیں۔"

"اگر تم نے فوراً دروازہ نہ کھولا تو ہم دیوار پھلانگ کر اندر آجائیں گے اور تم جانتے ہو، یہ ہمارے لیے کیا مشکل ہے۔"

"نن ... نہیں ... مم... میں کھولتا ہوں۔" اس نے کہا اور دروازہ کھول دیا۔

فوراً ہی تین لمبے تڑنگے غنڈے اندر آ گئے۔ انہوں نے گلے میں رومال باندھ رکھے تھے، کلائیوں میں موٹی موٹی زنجیریں سی پہن رکھی تھیں... تینوں کے ہاتھوں میں چھوٹے موٹے سیاہ رنگ کے لوہے کے ڈنڈے تھے:

''بھائی نے کیا حکم دیا تھا تمہیں۔''

''م... میں... میں ابھی پڑھ نہیں سکا... پارک میں پڑھتے ہوئے مجھے خوف محسوس ہوا تھا... لہٰذا میں نے سوچا گھر جا کر پڑھتا ہوں... لہٰذا یہاں چلا آیا۔''

''اور یہ کن یاروں کو ساتھ لے آیا ہے۔''

''یہ... یہ مجھے پارک میں مل گئے تھے۔''

''ہم نے پوچھا ہے... یہ کون ہیں۔''

''م... میں... میں نہیں جانتا... پارک ہی میں ان سے ملاقات ہوئی تھی... پھر انہوں نے یہاں میرے ساتھ آنے کے لیے کہا۔''

''لیکن کیوں...''

اب وہ اس کیوں کا کیا جواب دیتا... لگا ادھر ادھر دیکھنے:

''ہم بتاتے ہیں...'' محمود نے جلدی سے کہا۔

''چلو! تم بتاؤ... یہ کیا بولے گا اب... اسے تو اب ہم خاموش

کریں گے ہمیشہ کے لیے۔''

''نن نہیں۔'' وہ تینوں چلا اٹھے۔

''زیادہ گلے نہ پھاڑو... ورنہ تم تینوں کو خاموش کر دیں گے۔''

''اور ہم دونوں کو کیوں چھوڑ دو گے۔'' فاروق مسکرایا۔

''اوہ ہاں! تم لوگوں کا بھی گھونٹ بھر لیں گے... لیکن یہ کیا... تم مسکرا کیوں رہے ہو... ان کی طرح ہم سے خوفزدہ کیوں نہیں ہو۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''اب ہمیں کیا پتا... تم لوگ کون ہو... کچھ بتاؤ گے تو سوچیں گے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''کیا سوچیں گے۔''

''یہ کہ ہم تم سے ڈریں یا نہ ڈریں۔''

''راشد! انہیں بتا دو... ہم کون ہیں۔''

''یہ بھائی کے آدمی ہیں۔''

''کون بھائی! کس کا بھائی... خالہ زاد بھائی... تایا زاد بھائی۔'' محمود نے تنک کر کہا۔

''بڑا مذاق سوجھ رہا ہے تجھے... بھائی کو نہیں جانتا... انہیں سارا شہر بھائی کے لقب سے یاد کرتا ہے... ہم اسی کے آدمی ہیں وہ... وہ

بہت خوفناک شخص ہے... بہت خوفناک..."

"ہوگا ہمیں کیا... ہم کیا جانیں... ہماری بلا سے۔"

"اچھا تم چپ رہو... ورنہ ان لوہے کے ڈنڈوں سے تمہارے سر کھول دیں گے۔"

"بہت بہتر... آپ ان سے بات کرلیں۔"

"ہاں! اب بتاؤ... تم رقعہ پڑھے بغیر گھر کیسے آگئے... تمہیں تو بھائی کی ہدایات پر عمل کرنا تھا۔"

"م... میں ابھی پڑھ لیتا ہوں۔"

"پڑھو۔"

اس نے تھر تھر کانپتے ہاتھوں سے رقعہ جیب سے نکالا... اسے کھولا اور پڑھنے لگا... اور پھر اس کے بدن میں تھرتھری دوڑ گئی:

"کیوں! کیا لکھا ہے بھائی نے۔"

"یہ کہ مجھے ٹھیک چار بجے آج اس گھر میں پہنچنا ہے... جس کے بارے میں پہلے ہدایات دی جا چکی ہیں اور اپنا کام کرنا ہے... اگر تم نے آج بھی یہ کام نہ کیا تو باس تمہیں کوئی اور موقع نہیں دے گا... وہ تین بار تمہیں حکم دے چکا ہے... چوتھی بار نہیں دے گا۔"

"چلو تم نے رقعہ پڑھ لیا، اب بتاؤ کیا پروگرام ہے۔"

"م... میں... میں۔" وہ ہکلایا۔

"میں... میں کرنے سے کام نہیں چلے گا... جلدی بتاؤ۔"

"میں... یہ... یہ کام نہیں کرسکتا۔"

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات... کالو کمانڈو... پار کردو اسے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"اوکے استاد۔" کالو نے دانت نکال دیے۔

پھر وہاں چاقو کھلنے کی کڑکڑ کرتی ہولناک آواز گونج اٹھی:

"ن... نہیں... نہیں۔" راشد، اس کی بہن اور والدہ خوف کے عالم میں چلا اٹھے۔ ان کے جسموں میں تھرتھری دوڑ گئی۔ رنگ یکلخت سفید پڑ گئے۔

کالو وحشیانہ انداز میں راشد کی طرف بڑھا لیکن اوندھے منہ گرا:

"یہ... یہ کیا... چلنے کا سلیقہ نہیں کیا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

کالو چلا کر اس کی طرف مڑا... کیونکہ اس نے یک دم اپنی ٹانگ آگے کر دی تھی اور اسی لیے وہ گرا تھا... اس نے الٹے ہاتھ سے ایک وار اس کے سر پر کیا... اور یہ وار اس قدر زوردار تھا کہ اگر راڈ فاروق کے لگ جاتا تو سر ضرور پھٹ جاتا... لیکن فاروق تو اس سے صرف ایک قدم دور کھڑا تھا... کالو زور سے چونکا... اس کے دونوں ساتھیوں

کی آنکھوں میں بھی حیرت دوڑ گئی:

''یہ کیا کالو ... تمہارا وار اور خالی چلا گیا۔'' استاد بولا۔

''مجھے خود حیرت ہے استاد۔''

''اسے میں دیکھتا ہوں ... تم راشد کا قصہ پاک کر دو۔''

''عینک لگا کر دیکھنا ...'' فاروق نے فوراً کہا۔

''اللہ کے لیے رحم کرو۔'' راشد کی والدہ نے التجا کی۔

کالو ایک بار پھر راشد کی طرف جھپٹا ... لیکن اوندھے منہ گرا ... استاد فاروق پر وار کرتے کرتے رک گیا ... اس نے جھلا کر کہا:

''یہ آج تمہیں ہو کیا گیا ہے کالو۔''

''بے چارے نے گرنے پر کمر باندھ لی ہے۔'' محمود مسکرایا ... اس مرتبہ اس نے ٹانگ اڑائی تھی۔

''فوزی! اسے تم دیکھو۔''

اب فوزی محمود کی طرف بڑھا، استاد نے فاروق پر ڈنڈا برسانے کے لیے ہاتھ بلند کیا اور کالو کا چاقو ترچھے انداز میں راشد کے پیٹ کی طرف گیا ... لمحات بہت ہولناک تھے ... راشد کی والدہ اور بہن کی چیخیں بلند ہوئیں ... محمود نے فوزی کی پروا کیے بغیر کالو پر چھلانگ لگا دی ... اس طرح فوزی کا وار خالی گیا اور محمود کالو سے پورے زور

سے جا ٹکرایا ... دونوں دھڑام سے گرے۔ محمود نے اسے موقع دینا مناسب نہ سمجھا، کیونکہ اس کے ہاتھ میں چاقو تھا ... لہٰذا گرتے ہی پاؤں کی ٹھوکر اس کے پیٹ میں رسید کر دی ... وہ لیٹے لیٹے دہرا ہو گیا۔ محمود نے موقعے سے فائدہ اٹھایا اور اس کے چاقو والے ہاتھ پر بھی ایک ٹھوکر رسید کر دی۔ چاقو اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ فاروق نے فوراً چاقو اٹھا لیا:

''بس دوستو! خبردار! اپنی اپنی جگہ ساکت کھڑے ہو جاؤ ... ورنہ کالو کو مرغ کر دوں گا۔''

انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا ... فاروق چاقو کی نوک اس کی گردن پر رکھے بیٹھا تھا۔ اس کے ساتھی دھک سے رہ گئے۔ ادھر محمود نے کہا:

''جملہ پسند آیا۔''

''شکریہ محمود۔''

کالو، فوزی اور استاد اب سکتے میں آ چکے تھے ... ان کی پھٹی پھٹی آنکھوں سے زمانے بھر کی حیرت ظاہر ہو رہی تھی ... ادھر راشد، اس کی والدہ اور بہن کا بھی مارے حیرت کے برا حال تھا:

''ک ... کیا ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہیں۔'' راشد نے جلدی

جلدی پلکیں جھپکائیں۔ ہم از کم ہم تو خواب نہیں دیکھ رہے ... ان کی

'' پپ پتا نہیں...

یہ جائیں۔'' فاروق نے ان تینوں کی طرف اشارہ کیا۔

''تت... تت... تم ... کون ہو؟''

''انسان۔'' فاروق مسکرایا۔

''میں نے پوچھا ہے، تم کون ہو؟''

''اگر پہلا جواب پسند نہیں آیا تو دوسرا سن لو... میں محمود ہوں اور یہ فاروق۔''

''اوہو... تم اس انداز سے لڑ کیسے لیتے ہو۔'' استاد جھلا اٹھا۔

''اچھا! آپ یہ جاننا چاہتے ہو... تو سن لیں... ہم تو لڑنے کے اور بہت سے انداز جانتے ہیں۔''

''حد ہوگئی... شاید تم کسی بات کا اچھی طرح جواب دینا نہیں جانتے۔'' استاد نے منہ بنایا۔

'' باگ ڈور اب ہمارے ہاتھوں میں ہے... پہلے تم بتاؤ... یہ سب کیا چکر ہے... اوہ محمود... تم ان کے ہاتھوں سے یہ کالے اور بھدے راڈ لے لو... اور اپنا پستول نکال کر ہاتھ میں لے لو، تاکہ اب سوالات کے جوابات ہمیں نہیں... انہیں

انہیں معلوم ہوجائے...

دیتے ہیں۔''

''اوکے... '' محمود مسکرایا۔

پہلے اس نے پستول نکالا، پھر ان کی طرف تان لیا... اور بولا:

''اب تم خود ہی راڈ ہماری طرف لڑھکا دو۔''

انہوں نے ڈرے ڈرے انداز میں راڈ لڑھکا دیے:

''راشد صاحب! یہ راڈ اٹھا لیں اور ان سے دور کہیں رکھ آئیں۔''

''اوہ... اچھا۔''

راشد فوراً حرکت میں آگیا... جلد ہی وہ راڈ کہیں رکھ کر واپس آگیا:

''ہاں تو اب کہانی کون سنائے گا... راشد صاحب آپ یا یہ۔''

''آپ ... پہلے ان کا بندوبست کریں ... کہانی تو بعد میں ہوتی رہے گی۔'' راشد نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

''ہاں! یہ ٹھیک ہے...''

اب محمود نے موبائل پر سب انسپکٹر اکرام کے نمبر ڈائل کیے... سلسلہ ملتے ہی اس نے کہا:

''انکل! آپ کے لیے تین شکار تیار ہیں۔''

''تین شکار ... کیا مطلب؟'' اکرام حیران ہو کر بولا۔

"تین شکار ... کا مطلب تو انکل تین شکار ہوتا ہے ... ویسے آپ تین پارسل بھی کہہ سکتے ہیں۔"

"کہاں سے بات کر رہے ہو۔"

"ایک منٹ انکل۔" یہ کہہ کر محمود راشد کی طرف مڑا۔

"یہ کون سی آبادی ہے۔"

"بستی شیخ پور... مکان نمبر 205۔"

محمود نے یہ پتہ اکرام کو بتایا:

"ٹھیک ہے ... میں آرہا ہوں ... شکار مردہ ہیں یا زندہ۔" اس نے پوچھا۔

"زندہ۔"

"اوکے ... فکر نہ کرو۔"

اور پھر بیس منٹ بعد اکرام اپنے ماتحتوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ ان تینوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں:

"اب بتاؤ ... یہ لوگ کون ہیں؟" اکرام بولا۔

محمود نے تفصیل سنا دی۔ اکرام راشد کی طرف گھوم گیا:

"آپ بتائیں ... یہ کیا چکر ہے ... یہ کون لوگ ہیں ... اور آپ سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔"

"میں پوری طرح ان کے قابو میں ہوں ... لیکن یہ سب دھوکے سے کیا گیا... میں بالکل بے روزگار پھر رہا تھا، ملازمت کی تلاش میں دھکے کھا رہا تھا کہ اخبار میں ملازمت کا ایک اشتہار دیکھا... لکھا تھا۔

"آسامیاں خالی ہیں... صرف ایف اے پاس نوجوان انٹرویو کے لیے آسکتے ہیں، تنخواہ کم از کم پندرہ ہزار روپے۔"

میں فوراً اس پتے پر پہنچ گیا... میری حیرت کی اس وقت انتہا نہ رہی جب انہوں نے مجھے فوراً ہی ملازم رکھ لیا... اب یہ مجھ سے چھوٹے موٹے کام لینے لگے اپنے مالک کو وہاں سب بھائی کہتے تھے... پھر ایک دن ایک پیکٹ پر پتا لکھ کر مجھے دیا گیا... اور کہا کہ یہ پیکٹ اس پتے پر پہنچا دو، وہاں خان جہانگیر موجود ہوں گے... بس انہیں دے آنا۔ میں جب وہاں پہنچا ... تو اس عمارت کا بیرونی دروازہ کھلا تھا... میں نے خیال کیا... وہ کوئی دفتر ہے ... لہٰذا میں بے دھڑک اندر چلا گیا...اور پھر میرے ہوش اڑ گئے... اندر ایک شخص خون میں لت پت پڑا تھا... لیکن وہ ابھی زندہ تھا... اس کے سینے میں خنجر دھنسا ہوا تھا ...مجھ پر نظر پڑتے ہی اس نے کہا... مدد مدد ... مجھے بچالو ... خدا کیلئے یہ خنجر نکال لو... ایمبولنس بلا لو ... مجھے کچھ سجھائی نہ دیا... میں نے خنجر نکال لیا... ایسے میں کیمروں کی روشنیاں چمک اٹھیں... معلوم ہوا،

انہوں نے مخبر نکالتے ہوئے میری تصاویر لے لی تھیں... گویا اب ان کے پاس اس بات کا ثبوت موجود تھا کہ میں نے اس شخص کو قتل کیا ہے۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے نکلا:

☆☆☆☆☆

تین مہمان

''اس طرح انہوں نے دو تصاویر مجھے دکھا کر حد درجے خوفزدہ کر دیا۔ مجھے بلیک میل کر کے اس کے بعد یہ اس قسم کے کام مجھ سے لینے لگے... یہ پیکٹ فلاں جگہ پہنچا دو... فلاں جگہ فلاں چیز لے آؤ... میں ان کے اس قسم کے کام کرتا رہا... اس طرح چھ ماہ گزر گئے... اب ان لوگوں نے نیا حکم دیا۔'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔

''اور وہ نیا حکم کیا ہے۔''

''یہ کہ میں سیٹھ قاسم اوکلے کے گھر میں جا کر ملازمت حاصل کرلوں۔''

''اس سے وہ کیا چاہتے ہیں۔''

''ابھی یہ مجھے معلوم نہیں... لیکن میں اب بہت زیادہ خوف محسوس کرنے لگا ہوں اور کسی طرح ان لوگوں سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا... لیکن مجھے کوئی ترکیب نہیں سوجھ رہی تھی... وہ مرتبہ یہ پہلے حکم دے

چکے تھے کہ میں جاؤں اور سیٹھ قاسم اوکلے کے گھر میں ملازمت حاصل کر لوں... لیکن میں نہیں گیا... آج انہوں نے تیسری مرتبہ مجھے نیشنل پارک میں بلایا تھا۔''

''تیسری مرتبہ کیا مطلب... جب بھی یہ کوئی کام سوچتے ہیں تو کیا ہر مرتبہ نیشنل پارک میں بلاتے ہیں۔'' محمود نے پوچھا۔

''ہاں! وہیں بلاتے ہیں ... میں وہاں چلا گیا ... ان کا ساتھی معمول کے مطابق مجھے رقعہ دے کر چلا گیا... اور اللہ تعالیٰ نے میری مدد کے لیے آپ کو بھیج دیا ... یہ ہے میری کہانی ... اب ان کا جو باس ہے جس کو یہ سب بھائی کے نام سے پکارتے ہیں...اس کے پاس میرے قاتل ہونے کے تصویری ثبوت موجود ہیں ، حالانکہ ... میں اس شخص کو جانتا تک نہیں۔'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگیا۔

''ہوں! خیر آپ فکر نہ کریں ... کیا آپ کی ملاقات اس شخص سے بھی ہوئی ہے ... جسے یہ بھائی کہتے ہیں۔''

''نہیں... میں نے ان تین آدمیوں کو بھی پہلی بار دیکھا... ہاں جس دفتر میں میں ملازمت کے لیے گیا تھا ، وہاں جو لوگ مجھے ملے تھے... میں بس انہیں پہچانتا ہوں ... یا جو شخص مجھے پارک میں آکر ملتا رہا ہے... اسے پہچانتا ہوں۔''

''اور کیا یہ آپ کو تنخواہ دیتے رہے ہیں۔''

''ہاں! ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو تنخواہ دیتے رہے ہیں۔''

''تنخواہ آپ کو کس طرح ملتی ہے۔''

''اسی دفتر سے۔''

''اوہو اچھا... اور یہ پیغام کس طرح دیتے ہیں۔''

''موبائل کے ذریعے۔''

''تب پھر پارک میں بلانے کی کیا ضرورت ہے ... موبائل پر ہی حکم دے سکتے ہیں۔''

''پیکٹ دینا ہوتا ہے ... یا وہ چیز وصول کرنا ہوتی ہے ، جو یہ مجھ سے کسی جگہ سے منگواتے ہیں۔''

''اوہ ہاں! یہ بھی ہے ... خیر یہ دفتر کہاں ہے۔''

''110 نوبا روڈ ... یہ ایک چھوٹی سی عمارت ہے ... اس کے باہر ایک بورڈ لگا ہوا ہے اس پر لکھا ہے ... اجمل برادرز۔''

''خیر! ہم اس دفتر کو چیک کر لیتے ہیں۔''

''ابھی تک میری حیرت دور نہیں ہوئی ، آخر آپ لوگ کون ہیں۔''

''میں محمود ہوں اور یہ فاروق۔''

''یہ نام تو خیر آپ پہلے بھی بتا چکے ہیں... لیکن اب جو آپ نے

ان پولیس انسپکٹر صاحب کو بلایا ہے اور ان کے ساتھ بھی کئی آدمی آئے ہیں ... تو میری حیرت اور بڑھ گئی ہے۔"

"دراصل ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی سے ہے... آپ پر اللہ نے مہربانی فرمائی ... ورنہ یہ لوگ تو آپ کو پکا مجرم بنا دیتے ۔"

"پھر اب آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے ۔"

"ان تینوں کو تو ہم حوالات میں بند کر رہے ہیں... وہاں ان سے ان کے باس کے بارے میں پوچھیں گے ... لیکن اس وقت ہم اس دفتر کو چیک کریں گے۔"

"اور... میرا مطلب ہے... ہمارا کیا بنے گا ۔"

"اگر آپ کا بیان درست ثابت ہوا تو وہ تصاویر آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں ... لیکن اگر بیان جھوٹ ہوا تو اس صورت میں آپ کو بھی چیک کیا جائے گا۔"

"میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ ان لوگوں کے لیے بس یہی تین آدمی تو کام نہیں کرتے ہوں گے۔ اب جب ان لوگوں کو پتا چلے گا کہ ان کے تین ساتھی جو میری طرف بھیجے گئے ہیں، گرفتار کر لیے گئے ہیں تو کیا وہ مجھے ایسے ہی چھوڑ دیں گے ... کیا کچھ اور لوگوں کو میری طرف نہیں بھیجا جائے گا ۔"

"ہاں! یہی بات ہے، ہم آپ کو ایک محفوظ جگہ پہنچا آتے ہیں..."

"کیا آج کی دنیا میں اتنے ہمدرد لوگ بھی ہیں جو اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر دوسروں کی حفاظت کرتے ہیں۔"

"اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے اور اس میں ایک سے بڑھ کر ایک لوگ موجود ہیں... ہم کیا اور ہماری بساط کیا ... بس اتنا بتا دیتے ہیں کہ ہمارے والد کا نام انسپکٹر جمشید ہے۔"

"کیا!!!" اس کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا ۔

"تو آپ ان کے بارے میں جانتے ہیں ۔"

"ٹیلیوژن ، ریڈیو ، اخبارات میں آپ لوگوں کے بارے میں اکثر سنا اور پڑھا ہے ... یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ لوگوں سے ملاقات ہوگئی ... ورنہ میں اس قدر پریشان تھا کہ بیان نہیں کرسکتا... میں نے اندازہ لگا لیا تو کہ یہ لوگ خطرناک ہیں... ان کے کام خطرناک ہیں اور انہوں نے مجھے پھانس لیا ہے... لہٰذا یہ غلط غلط کام مجھ سے کرانا چاہتے ہیں... تاکہ پکڑا جاؤں تو میں اور یہ خود بالکل محفوظ رہیں۔"

"ہاں یہی بات ہے... اب پہلے ہم آپ کو محفوظ مقام پر پہنچا ئیں گے ... پھر دوسرا کام کریں گے ... یعنی اس دفتر کی چیکنگ کا۔"

اور پھر انہوں نے ان تینوں کو اپنی کار میں بٹھایا اور خان رحمان

کے ہاں لے آئے۔ راستے میں انہوں نے بہت اچھی طرح دھیان رکھا کہ کہیں ان کا تعاقب تو نہیں ہو رہا... لہٰذا انہیں یقین تھا کہ ان کا تعاقب نہیں کیا گیا۔

محمود نے کار سے اتر کر دروازے پر دستک دی... جلد ہی دروازہ کھلا اور ظہور کی صورت دکھائی دی... اس پر نظر پڑتے ہی بولا:

''اللہ کا شکر ہے... آپ عین وقت آپ پر آئے... پورا نصف گھنٹہ ہوگیا ہے کان پکڑے ہوئے۔''

''اوہ اچھا... جلدی بتاؤ... ہم آئے ہیں۔''

اسی وقت خان رحمان کی آواز گونجی:

''کون ہے ظہور کے بچے... دروازے پر۔''

''انکل! یہ ہم ہیں... محمود اور فاروق۔''

''کیا کہا... محمود اور فاروق... تو محمود، فاروق اور فرزانہ کیوں نہیں ہو۔'' وہ پکارے۔

''اس کی ایک وجہ ہے۔''

''ارے تو دروازے پر کیوں کھڑے ہو... اندر کیوں نہیں آتے۔''

''ہمارے ساتھ تین مہمان ہیں۔''

''تین مہمان... اچھی بات ہے مہمانوں کو بھی اندر لے آؤ۔''

اب وہ اندر داخل ہوئے... اتنی دیر میں بیگم خان رحمان اور ان کے تینوں بچے بھی وہاں آگئے:

''آئیے تشریف رکھیے۔''

اب سب لوگ ڈرائنگ روم میں آبیٹھے... ادھر خان رحمان بولے:

''چلو ظہور!... تم صحن میں اسی پوزیشن میں۔''

''انکل پہلے ہماری بات سن لیں... ظہور انکل اور آنٹی سلمیٰ کو بھی یہیں ٹھہرنے دیں...۔''

''اچھی بات ہے... ٹھہرو بھئی تم بھی... ہاں بھئی اب ہوجائے مشکل۔'' وہ مسکرائے۔

محمود نے راشد کی کہانی سنا دی...

''ٹھیک ہے... جب تک خطرہ ٹل نہیں جاتا... یہ اس گھر کو اپنا گھر سمجھ کر رہیں... بالکل کوئی فکر نہ کریں... ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ یہ اب یہاں ہیں... لہٰذا خطرے کی کوئی بات نہیں۔'' خان رحمان نے فوراً کہا۔

''بالکل ٹھیک انکل اور اب ہم آپ سے اجازت چاہیں گے...

کیونکہ ہمیں اس دفتر کو چیک کرنا ہے۔''
ایسے میں محمود کے موبائل کی گھنٹی بجی:

☆☆☆☆☆

کیا!!!

اس نے دیکھا، فون فرزانہ کا تھا... ساتھ ہی انہیں یاد آیا... ان کا گھر پہنچنے کا وقت کب کا گزر چکا ہے۔ اس نے جلدی سے کہا:

''السلام علیکم فرزانہ۔''

''وعلیکم السلام... تم دونوں گھر نہیں پہنچے... ابا جان اور امی جان ناراض ہو رہے ہیں۔''

''ہم اس وقت انکل خان رحمان کے گھر ہیں... ایک خاص وجہ ہے... اور ابھی ہمارے گھر آنے میں کچھ دیر لگے گی...''

''تو پہلے گھر کیوں نہیں آجاتے... جو معاملہ ہے، اسے اکٹھے ہی دیکھ لیں گے۔''

''اچھی بات ہے یونہی سہی۔''

فرزانہ نے فون بند کر دیا تو محمود نے خان رحمان سے کہا:

''اب پہلے ہم گھر جائیں گے... انہیں ساری بات بتائیں گے...

"دراصل میں تیل دیکھنا چاہتا ہوں تیل کی دھار دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"یہ تو خیر آپ بہت اچھا کریں گے ابا جان۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا مطلب... کیا اچھا کریں گے۔"

"یہ کہ تیل دیکھیں گے... تیل کی دھار دیکھیں گے۔ بہت دن ہو گئے... ہمیں تیل اور تیل کی دھار دیکھے ہوئے۔"

وہ مسکرا دیے:

"میں راشد سے ایک دو باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔" ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کچھ سوچ کر کہا۔

"ضرور پوچھیں۔"

انہوں نے خان رحمان کے نمبر ملائے... جلد ہی ظہور کی آواز سنائی دی... انہوں نے کہا:

"ظہور صاحب! ذرا راشد میاں کو فون دینا۔"

"آ... آپ یعنی کہ انسپکٹر جمشید صاحب۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں میں... راشد کو فون پر بلائیں۔"

"نن نہیں۔" ظہور بوکھلا کر بولا۔

"کیا... کہا... نن نہیں۔" انسپکٹر جمشید چونکے۔

"آپ نے ہی تو انہیں بلایا ہے... تینوں ابھی ابھی تو آپ کے ماتحت کے ساتھ گئے ہیں۔"

"کیا!!!" وہ چلا اٹھے... اور پھر سکتے میں آ گئے۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے... کیا ہوا ابا جان۔"

"کوئی شخص ان تینوں کو وہاں سے یہ کہہ کر لے گیا کہ میں انسپکٹر جمشید کا ماتحت ہوں... اور وہ انہیں بلا رہے ہیں۔"

"نن... نہیں۔"

"اب... اب کیا کریں... یہ بہت بڑا ہوا... محمود، فاروق سے زبردست غلطی ہوئی... انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ ان کا تعاقب نہیں کیا گیا... لیکن یہ ان کی خوش فہمی تھی... اور جانتے ہو... اس کا مطلب کیا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے سرسراتے لہجے میں کہا۔

"کیا ہے؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"یہ کہ مجرم کوئی عام مجرم نہیں ہے... وہ بہت چالاک ہے... ہم سے بہت اچھی طرح واقف ہے... ہمارے طریقوں کو بھی خوب جانتا ہے... اور اب تو میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

"اور وہ کیا ابا جان۔" فرزانہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''پہلے تو ہمیں اکرام سے کام لینا ہوگا۔''

یہ کہتے ہی انہوں نے اکرام کے نمبر ملائے... اس کی آواز سنتے ہی بولے: ''اکرام! تم نے ان تینوں کو اچھی طرح دیکھا تھا نا...''

''جی... کن تینوں کو... جنہیں گرفتار کیا ہے۔''

''اوہو نہیں... ان کی بات کر رہا ہوں جن کی تم لوگوں نے مدد کی ہے۔''

''جی ہاں... بالکل غور سے دیکھا تھا۔''

''تب پھر سنو... وہ لوگ خان رحمان کے گھر سے انہیں نکال لے گئے ہیں... اور ہمیں فوری طور پر ان کا سراغ لگانا ہے... ورنہ وہ ان تینوں کے ساتھ نہ جانے کیا سلوک کریں...''

''یہ معاملہ تو یک دم اہم اور خوفناک ہوگیا ہے۔'' اکرام بولا۔

''ہاں! یہی بات ہے... ہمارے لیے اصل مسئلہ ان تین مظلوموں کا ہے... وہ ان پر ظلم ڈھائیں گے... اگر ہم فوری طور پر...''

''ایک منٹ ابا جان... فی الحال ہمارے پاس دو راستے ہیں... ایک لوہا روڈ والا دفتر... فوری طور پر وہاں چھاپا مارا جائے... اور دوسرا راستہ ہے سیٹھ قاسم اوکلے کا...''

''پہلے ہم... بلکہ نہیں... ہم فوری طور پر دو پارٹیوں میں تقسیم ہو

رہے ہیں... محمود، فاروق اور خان رحمان... تم فوراً لوہا روڈ پہنچو... میں اور فرزانہ سیٹھ قاسم اوکلے کی طرف جاتے ہیں... اکرام تم دفتر میں ٹھہرو۔''

''اور راستے میں پروفیسر انکل کو فون کر لیجیے گا... ورنہ وہ ناراض ہوں گے۔''

''ٹھیک ہے۔''

اور پھر وہ بجلی کی طرح حرکت میں آگئے۔ خان رحمان، محمود اور فاروق پندرہ منٹ بعد ہی لوہا روڈ پر واقع اجمل برادرز کے دفتر کے سامنے پہنچ چکے تھے... یہ دیکھ کر ان کے چہروں پر رونق آگئی کہ دفتر کھلا تھا۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... فوراً اندر داخل ہوگئے... ایک کمرے میں ایک بڑی سی میز کے دوسری طرف ایک شخص موجود تھا۔ اس نے آنکھوں پر عینک لگا رکھی تھی۔ علیک سلیک کے بعد محمود نے اس سے کہا:

''آپ اجمل صاحب ہیں۔''

''جی ہاں!''

''آپ کا ادارہ کیا کام کرتا ہے۔''

''لوگوں کو ملازمتیں دلواتا ہے... جن لوگوں کو ملازمین کی ضرورت

ہوتی ہے ... وہ ہم سے رابطہ کرتے ہیں... ہم اخبارات میں ایسے ملازمین کی ضرورت کے اشتہارات دیتے ہیں ... اس طرح ضرورت مند ملازمت حاصل کرنے کے لیے آجاتے ہیں ... ہم ان کو ضرورت مند لوگوں کے پاس بھیج دیتے ہیں۔"

"لیکن اس طرح آپ کو کیا فائدہ ہوتا ہے۔"

"جن اداروں کو ہم ملازم فراہم کرتے ہیں، ہم ان سے باقاعدہ فیس وصول کرتے ہیں ... جو لوگ ملازمت کے لیے آتے ہیں، ان سے بھی اپنی فیس وصول کرتے ہیں۔"

"مطلب یہ کہ آپ دونوں طرف سے اپنی فیس وصول کرتے ہیں ... چلیے یہ تو ہوا... آج سے چھ سات ماہ پہلے ایک شخص یہاں ملازمت کے لیے آیا تھا ... اور وہ آپ کا اشتہار دیکھ کر آیا تھا ... اس کا نام راشد سعید تھا ... اسے یہاں ملازمت دے دی گئی تھی ... کیا آپ اپنا ریکارڈ دیکھ کر بتا سکتے ہیں کہ... آپ نے اسے کہاں بھیجا تھا۔"

"اچھی بات ہے ... لیکن بات کیا ہے۔"

"ہمارا تعلق محکمہ سراغرسانی ہے..."

"اوہ!" اس کے منہ سے نکلا۔

پھر وہ کمپیوٹر پر جھک گیا ... جلد ہی اس نے کہا:

"راشد سعید کو سیٹھ قاسم او کلے کے ہاں بھیجا گیا تھا۔"

"کیا!!!" مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا۔

☆☆☆☆☆

اوکلے

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے... آخر اجمل نے کہا:

"کیا بات ہے خیر تو ہے... آپ اتنے حیران کیوں ہوئے...
دیکھیے! میں دل کا مریض ہوں... میرا دل دھک دھک کر رہا ہے۔"

"راشد کا بیان ہے کہ آپ نے اسے ملازمت دی تھی... اس کے
بعد اسے مختلف قسم کے احکامات ملتے رہے اور وہ ان احکامات کو بجا لاتا
رہا، اب چھ ماہ گزرنے پر اسے حکم دیا گیا ہے کہ وہ سیٹھ قاسم اوکلے کی
کوٹھی چلا جائے۔ اور وہاں جا کر ملازمت حاصل کرے۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" اجمل نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ تو آپ بتائیں گے... یہ کیا بات ہوئی۔"

"ہم نے تو اسے چھ ماہ پہلے وہاں بھیج دیا تھا اگر وہ وہاں نہ پہنچتا
تو سیٹھ قاسم اوکلے ہمیں فون کرتے یا نہیں... لیکن انہوں نے کوئی فون
نہیں کیا... لہٰذا اس کا صاف مطلب ہے وہ وہاں پہنچ گیا تھا... اور اس

کا یہ مطلب بھی ہے کہ اس سے جو کام لیے جاتے رہے ہیں... وہ
سیٹھ قاسم اوکلے لیتے رہے ہیں... ان حالات میں آپ مجھ سے کیا
چاہتے ہیں، یہ بتائیں۔"

"ہم خود نہیں جانتے، ہم کیا چاہتے ہیں... یہ ایک عجیب معاملہ
ہے... ویسے آپ کا یہ ادارہ کب سے کام کر رہا ہے۔"

"ایک سال سے۔"

"اوہو اچھا! اور آپ یہاں اکیلے کام کرتے ہیں۔"

"یہ آپ سے کس نے کہہ دیا... میرے ساتھ یہاں تقریباً چھ
آدمی کام کرتے ہیں... اخبارات میں اشتہار دینا... ملازمین کے انٹرویو
لینا انہیں وہاں پہنچانا... جہاں سے ملازم مانگا گیا ہے... ان کے آپس
میں معاملات طے کرانا... دونوں طرف سے اپنی فیس لینا وغیرہ... یہ
سب کام میرے ماتحت کرتے ہیں... وہ دوپہر تک یہاں ہوتے ہیں،
پھر باہر کے کاموں کے لیے چلے جاتے ہیں۔"

"ہوں... اچھا... راشد سعید کو یہاں سے آپ کا کون سا ملازم
لے کر سیٹھ قاسم اوکلے کے پاس گیا تھا۔"

"ابھی بتاتا ہوں۔"

اس نے کمپیوٹر میں دیکھا، پھر بولا:

''اس کا نام شہباز نسیم ہے۔''

''پلیز شہباز نسیم سے میری بات کرائیں... یہ لیں میرے موبائل سے نمبر ملا لیں۔'' محمود نے کہا اور اپنا موبائل اس کی طرف بڑھا دیا۔

''آپ پہلے بتائیں... بات کیا ہے۔''

''راشد سعید، اس کی والدہ اور بہن کو اغوا کر لیا گیا ہے... ہمیں ان تینوں کی تلاش ہے... اور ہم آپ کے دفتر کی بھی اندر سے تلاشی لیں گے۔'' فاروق نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''کیا کہا... میرے دفتر کی تلاشی لیں گے آپ۔'' وہ تنک کر بولا۔

''ہاں کیوں نہیں... بالکل لیں گے۔''

''اور کیا آپ کے پاس تلاشی کے وارنٹ ہیں۔''

''بالکل ہیں، آپ فکر نہ کریں... لہٰذا اس سے پہلے ہی آپ راشد سعید کے بارے میں جو بتا سکتے ہیں بتا دیں۔''

''مجھے جو معلوم تھا، بتا چکا۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

''ہوں... شہباز نسیم سے میری بات کرائیں۔''

اس نے کچھ کہے بغیر محمود کے موبائل پر نمبر ملائے اور سلسلہ ملنے پر بولا: ''ہیلو شہباز... اجمل بات کر رہا ہوں... یہ ایک صاحب تم سے

کچھ پوچھنا چاہتے ہیں... ان سے بات کرو۔''

یہ کہہ کر اس نے موبائل محمود کی طرف بڑھا۔ محمود نے موبائل کان سے لگاتے ہوئے کہا:

''السلام علیکم... محکمہ سراغرسانی کے انسپکٹر جمشید کا بیٹا محمود احمد بات کر رہا ہوں... چھ ماہ پہلے آپ لوگوں نے ایک شخص راشد سعید کو ملازمت کے لیے بلایا تھا۔ اسے آپ کے ساتھ سیٹھ قاسم اودھلے کے پاس بھیجا گیا تھا... کیا آپ کو یہ بات یاد ہے۔''

''ہمارا تو یہ روز کا کام ہے جناب... کمپیوٹر ریکارڈ میں دیکھ لیں... وہاں لکھا ہوگا۔''

''رجسٹر میں یہ لکھا ہوا ہے۔''

''بس تو پھر ضرور میں اس نام کے شخص کو سیٹھ قاسم اودھلے کے ہاں بھیجا گیا ہوں گا۔''

''خوب! لیکن یہ شخص تو آج تک وہاں پہنچا ہی نہیں ہے۔'' محمود نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کیا مطلب!'' شہباز نسیم نے چلا کر کہا۔

محمود نے موبائل فوراً اجمل کی طرف بڑھا دیا اور اس سے کہا:

''آپ اپنے اس ماتحت کو فوری طور پر یہاں بلا لیں۔''

''آخر میں آپ کے احکامات کیوں مانوں... مجھے کیا پتا... آپ کون ہیں... آپ تو ویسے بھی بچے ہیں اور آپ کے ساتھی بھی پولیس کی وردی میں نہیں ہیں۔''

''ہم سادہ لباس والے ہیں...۔'' فاروق مسکرایا۔

''ہاں اور کیا!'' خان رحمان نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''خیر... اگر آپ لوگ فراڈ ہوئے تو میں آپ سے سمجھ لوں گا۔''

''مہربانی فرما کر الجبرا نہ سمجھیے گا... باقی خیر ہے۔''

''کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہیں۔''

''آپ شہباز نسیم کو یہاں بلا رہے ہیں یا نہیں۔''

''نہیں... پہلے آپ اپنے کارڈ وغیرہ دکھائیں۔''

''اوہ اچھا۔''

محمود نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا۔ وہ اس کو پڑھ کر حیرت زدہ رہ گیا، پھر موبائل میں بولا:

''شہباز! تم اس طرف ہو۔''

دوسری طرف کا جواب سن کر اس نے کہا:

''تو پھر تم دفتر آجاؤ... پتا نہیں کیا معاملہ ہے... یہ لوگ خود کو محکمہ سراغرسانی کا بتا رہے ہیں۔''

پھر اس نے فون بند کر دیا۔

آخر اس کا ماتحت شہباز نسیم وہاں پہنچ گیا... اب اس نے کہا:

''یہ ہے شہباز نسیم... جو بات کرنا چاہتے ہیں، کرلیں۔''

''مانیٹر ان کے سامنے کر دیں... چھ ماہ پہلے کی تاریخ انہیں ...کھائیں۔''

اس نے کمپیوٹر مانیٹر کا رخ اس کے سامنے کر دیا:

''یہ دیکھیے... یہاں راشد سعید کو ملازم رکھنے کی تاریخ درج ہے... اور سامنے لکھا گیا ہے کہ راشد سعید کو شہباز نسیم کے ساتھ سیٹھ قاسم ...دکلے کے ہاں بھیجا گیا ہے۔''

''ہاں تو پھر... اس میں کیا بات ہے۔'' شہباز نسیم نے برا سا منہ ...نا کر کہا۔

''تو کیا آپ اسے وہاں تک پہنچا کر آئے تھے۔'' فاروق نے ...پوچھا۔

''چھ ماہ پہلے کی بات ہے... جب یہاں لکھا ہوا ہے تو ظاہر ہے ... پہنچا کر آیا ہوں گا۔''

''آپ کو سیٹھ قاسم ادکلے کی کوٹھی دیکھ کر تو یاد آجائے گا نا اچھی طرح۔''

"اوہ ہاں... بالکل۔"

"تب پھر آپ ہمارے ساتھ چلیے۔"

اس نے سوالیہ انداز میں اجمل کی طرف دیکھا... وہ بولا:

"ٹھیک ہے... ان کا اچھی طرح اطمینان کرا آؤ۔"

"آئیے جناب۔"

اور وہ کار میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے... پھر ریکارڈ میں جو پتا سیٹھ قاسم اوکلے کا لکھا ہوا تھا... وہ اس کے مطابق چلتے رہے... یہاں تک کہ اس کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے:

"اب اسے دیکھ کر بتائیں۔"

"ہاں! اس میں شک نہیں... میں یہاں آیا تھا... سیٹھ قاسم اوکلے سے ملا تھا... راشد سعید کو ان کے حوالے کیا تھا... اور پھر اپنے دفتر لوٹ گیا تھا۔"

"اور آپ نے ان دونوں سے اپنے دفتر کی فیس وصول کی تھی۔"

"ہاں بالکل..."

"بہت خوب! آئیے اب ذرا سیٹھ اوکلے سے بات کر لیں۔"

"ضرور کریں۔" شہباز نسیم نے کندھے اچکائے۔

محمود نے گاڑی سے اتر کر دروازے کی گھنٹی بجائی۔ اسے یقین تھا

کہ اس کے والد، فرزانہ اور پروفیسر داؤد یہاں پہلے ہی پہنچ چکے ہوں گے۔

گھنٹی بجانے پر گیٹ کھلا اور ایک ملازم باہر نکلا، اس نے سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا:

"ہمیں سیٹھ صاحب سے ملنا ہے..."

"آج تو وہ نہیں مل سکیں گے... کیونکہ اس وقت وہ بہت مصروف ہیں۔"

"انہیں بتاؤ... باہر محکمہ سراغ رسانی کے لوگ موجود ہیں۔"

"کیا کہا... محکمہ سراغ رسانی کے۔" وہ زور سے چونکا۔

"ہاں! کیوں۔" فاروق مسکرایا۔

"محکمہ سراغ رسانی کے افراد تو پہلے ہی اندر موجود ہیں۔"

"ہم بھی انہی کے ساتھی ہیں۔"

"اچھی بات ہے... میں انہیں بتاتا ہوں۔" اس نے کہا اور اندر کی طرف مڑ گیا۔

ادھر محمود نے موبائل پر اپنے والد کے نمبر ملائے... سلسلہ فوراً ہی قائم ہو گیا، محمود بولا:

"کیا آپ اندر ہیں... یعنی سیٹھ قاسم اوکلے کے ہاں۔"

"ہاں... اس لیے کہ ہمیں یہیں آنا تھا... تو اب تم بھی یہاں پہنچ گئے ہو۔"

"جی ہاں! ہم گیٹ پر موجود ہیں۔"

"اچھی بات ہے... ان سے کہہ کر تم کو اندر بلوا لیتے ہیں۔"

جلد ہی وہی ملازم باہر آیا اور ان سے بولا:

"آپ لوگوں کو اندر بلایا جا رہا ہے۔"

"شکریہ!"

اب وہ اس کے ساتھ اندر داخل ہوئے... وہ انہیں پائیں باغ میں لے آیا اور پھر وہ بہت زور سے اچھلے:

☆☆☆☆☆

دو + دو

اندر انسپکٹر جمشید، فرزانہ اور پروفیسر داؤد تو موجود تھے ہی... ایک بھاری بھرکم شخص بھی موجود تھا... جس کے بارے میں انہوں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ ضرور سیٹھ قاسم اوکلے ہے... لیکن انہیں حیرت جس بات پر ہوئی تھی... وہ یہ تھی کہ وہاں راشد سعید موجود تھا۔

انہیں اچھلتے دیکھ کر فرزانہ نے برا سا منہ بنایا اور بولی:

"کس بات پر اچھلے۔"

"اس بات پر کہ یہاں راشد سعید صاحب موجود ہیں۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"راشد سعید... تمہارا مطلب ہے... وہ نوجوان... جس سے پارک میں تمہاری ملاقات ہوئی تھی۔"

"جی ہاں! جس کی والدہ اور بہن کو ہم انکل خان رحمان کے ہاں چھوڑ کر آئے تھے... کیوں انکل۔" وہ خان رحمان کی طرف مڑے۔

''بب... بالکل۔''

''اور ان تینوں کو تو انکل کے گھر سے اغوا بھی کر لیا گیا ہے... پھر یہ یہاں کیسے موجود ہیں... اس بات پر ہم اچھلیں نہ تو کیا کریں۔''

''واقعی بات اچھلنے کی ہے... لیکن پہلے تم یہاں کی کہانی سن لو... آئیں بیٹھیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

جب سب لوگ اطمینان سے بیٹھ گئے، تب انسپکٹر جمشید نے کہا:

''یہ ہیں سیٹھ قاسم اوکلے اور یہ ہیں راشد سعید... راشد سعید صاحب! کیا آپ کی ان سے پارک میں ملاقات ہو چکی ہے۔'' انسپکٹر جمشید اس کی طرف مڑے۔

''کک... کون سے پارک میں۔'' اس نے بوکھلا کر کہا۔

''نیشنل پارک میں۔''

''میں نہیں جانتا... یہ پارک کہاں ہے۔''

''کیا!!!'' محمود اور فاروق کے منہ سے نکلا۔

''میں تو چھ ماہ پہلے اس کوٹھی میں ملازم ہوا تھا... آج تک یہاں سے کسی پارک وارک میں نہیں گیا... بس جس کام کو کہا جاتا ہے، میں وہ کرتا ہوں... جہاں یہ بھیجتے ہیں... چلا جاتا ہوں... یہ سیٹھ صاحب بیٹھے ہیں... ان سے پوچھ لیں۔''

''راشد سعید بالکل سچ کہہ رہا ہے۔'' سیٹھ صاحب مسکرائے۔

''اور آپ کو یہاں ملازمت اجمل برادرز کے ذریعے سے ملی تھی... اس ادارے کا ایک آدمی آپ کو یہاں پہنچا گیا تھا...''

''جی ہاں! یہی بات ہے... یہی صاحب مجھے یہاں پہنچا گئے تھے... ان کا نام شہباز نسیم ہے۔'' راشد سعید نے شہباز نسیم کی جانب اشارہ کیا۔

محمود، فاروق اور خان رحمان نے حیرت زدہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا... پھر محمود اٹھ کر راشد سعید کے پاس آ گیا اور خوب غور سے اسے دیکھنے لگا... آخر اس نے کہا:

''کیا آپ کی ایک والدہ اور ایک بہن بھی ہیں۔''

''ہاں بالکل ہیں... سیٹھ صاحب نے ان کے اور میرے لیے ایک کوارٹر دے دیا ہے... اب ہم تینوں اس میں رہتے ہیں... والدہ اور بہن اس وقت بھی اس میں موجود ہیں۔''

''اوہ... نن نہیں۔''

انسپکٹر جمشید ان کی حیرت پر مسکرا دیے... اس بات نے انہیں اور زیادہ پریشان کر دیا:

''آپ مسکرا رہے ہیں ابا جان۔''

''اب میں اور کیا کروں۔''

''آپ جب یہاں پہنچے تو آپ کو انہوں نے کیا بتایا۔''

''یہ کیا بتاتے ... ہم نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا آپ یہاں کسی گھریلو ملازم کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں ... کوئی آپ کے پاس ملازمت کی غرض سے آئے تو کیا آپ اسے ملازم رکھ لیں گے ... اس پر انہوں نے بتایا کہ یہ تو چھ ماہ پہلے ملازم رکھ چکے ہیں اور اس کا نام راشد سعید ہے ... یہ سن کر مجھے حیرت کا جھٹکا لگا ... کیونکہ تم نے بھی اس نوجوان کا نام راشد سعید بتایا تھا... مطلب یہ کہ سیٹھ صاحب کو تو کسی ملازم کی ضرورت نہیں ہے... اب یہاں عجیب بات یہ تھی کہ اس نوجوان کا نام بھی راشد سعید تھا اور ان کا بھی...ان کے بھی ایک ماں اور ایک بہن ہے اور اس کے بھی ...''

''تو کیوں نہ ہم ان کی والدہ اور بہن کو بھی دیکھ لیں... کیا وہ بھی بالکل اسی شکل صورت کی ہیں۔''

''میں اسی لیے تم لوگوں کو یہاں بلانے والا تھا... کہ خود تم نے فون کر لیا... سیٹھ صاحب... ہمیں اجازت ہے... ذرا ہم ان کی والدہ اور بہن کو ایک نظر دیکھ لیں۔''

''ضرور کیوں نہیں ... کیونکہ یہ معاملہ میرے لیے بھی عجیب و

غریب ہے اور میں سمجھ نہیں سکا کہ یہ چکر کیا ہے۔''

اب وہ اٹھے اور راشد سعید کے ساتھ کوٹھی کے پیچھے بنائے گئے کوارٹر کی طرف آگئے... ایک دروازے پر راشد نے دستک دی ... اندر سے آواز آئی:

''راشد! یہ تم ہو۔''

اس آواز کو سن کر وہ اچھل پڑے ... کیونکہ آواز بالکل راشد کی والدہ کی تھی... ان کی حیرت بڑھتی جا رہی تھی ... ادھر راشد نے کہا:

''ہاں! یہ میں ہوں... دروازہ کھول دیں۔''

دروازہ کھلا، یہ دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئے کہ یہ وہی خاتون تھیں جنہیں وہ خان رحمان کے گھر چھوڑ کر آئے تھے:

''بہن کہاں ہے ماں جی۔'' راشد بولا۔

''اندر۔''

''اسے بھی دروازے پر بلا لیں۔''

''بات کیا ہے بیٹا۔''

''بات کا ابھی کسی کو پتا نہیں ... آپ پہلے بہن کو بلائیں۔''

ماں اندر گئی اور بہن کو لے آئی... انہوں نے دیکھا... لڑکی بھی وہی

تھی:

'' کیا آپ وہی نہیں ہیں ... جنہیں ہم نے ان غنڈوں سے بچایا تھا اور پھر ان کے گھر پہنچایا تھا۔'' محمود نے خان رحمان کی طرف اشارہ کیا۔

'' ہم تو آپ کو آج زندگی میں پہلی بار دیکھ رہے ہیں۔'' عورت نے حیران ہو کر کہا۔

'' کوئی بات نہیں ... ہم نے آپ کو زحمت دی ... فرزانہ ... تم ان تینوں کی انگلیوں کے نشانات لے لو۔''

'' جی اچھا۔''

'' انگلیوں کے نشانات ... وہ کیا ہوتے ہیں۔'' راشد بولا۔

'' ابھی آپ دیکھ ہی لیں گے۔''

ان کی انگلیوں کے نشانات لے لیے گئے... اب وہ سیٹھ قاسم اوکلے کے پاس آئے:

'' کہیے ... کیا رہا۔'' انہیں دیکھتے ہی سیٹھ قاسم اوکلے بولے۔

'' معاملہ حد درجے حیرت انگیز ہے... محمود ... تم ذرا انہیں ساری تفصیل سنا دو۔''

'' جی اچھا!''

محمود نے پارک میں ملنے والے نوجوان کے بارے میں اور اس ے بعد خان رحمان کے گھر جانے تک تمام حالات سنا دیے ... اس ے بعد انسپکٹر جمشید نے ان سے کہا:

'' پھر ہم تو ادھر آ گئے تھے... اب یہ یہاں آئے تو یہاں وہی شد سعید نظر آئے... اور وہی خاتون اور وہی ان کی بیٹی نظر آئیں کن ان تینوں کا کہنا ہے ان کی ان لوگوں سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی یہ ہیں اب تک کے حالات ... اب اس سلسلے میں کچھ آپ کہیں۔''

'' م... میں کیا کہوں۔''

'' اچھا خیر... ہم آپ سے چند سوالات کر لیتے ہیں، کیا آپ نے ماہ پہلے اجمل برادرز کو ملازمت کی ضرورت کے لیے فون کیا تھا۔''

'' ہاں بالکل کیا تھا...''

'' اور انہوں نے آپ کے پاس راشد سعید کو پہنچایا تھا۔''

'' ہاں! یہی بات ہے۔''

'' اگر بات یہی ہے تو پھر آج جو نوجوان محمود سے ملا، وہ کون تھا پھر وہ انہیں اپنے گھر لے کر گیا ... آخر ان تینوں کی شکل صورت ن تینوں سے جو یہاں موجود ہیں... بالکل کیوں ملتی ہے... ان کے نام ی ایک کیوں ہیں... ارے ہاں محمود ... تم نے ان کی والدہ اور بہن

کے نام تو نہیں پوچھے ہوں گے۔"

"جی ... جی نہیں۔"

"ہوں خیر ... ہاں تو سیٹھ صاحب ... آپ اس بارے میں کچھ کہنا پسند کریں گے۔"

"میری سمجھ سے یہ سارا معاملہ باہر ہے۔"

"ہوں! خیر ہم چلتے ہیں اور دیکھیں گے اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے۔"

اور پھر وہ سیٹھ قاسم اوکلے سے ہاتھ ملا کر باہر آ گئے... اس وقت انسپکٹر جمشید نے فوراً اپنا موبائل نکالا... اور اکرام کے نمبر ملائے۔ سلسلہ ملتے ہی وہ بولے:

"اکرام ... جس مکان میں یہ ساری گڑبڑ ہوئی ہے... کیا تم نے اس مکان سے انگلیوں کے نشانات اٹھائے ہیں۔"

"جی ... ابھی نہیں اٹھا سکا۔"

"تو پہلی فرصت میں نشانات لے لو ... اور وہ تینوں کہاں ہیں جنہوں نے راشد اس کی والدہ اور بہن کو ختم کرنا چاہا تھا۔"

"وہ حوالات میں ہیں سر ... ابھی ان سے پوچھ گچھ نہیں کی۔"

"ٹھیک ہے... ہم وہیں آ رہے ہیں... تم اس مکان سے تمام

نشانات اٹھوا لو۔"

"بہت بہتر سر۔"

اور پھر وہ محکمہ سراغرسانی کی حوالات میں پہنچ گئے۔ اکرام وہاں موجود تھا:

"کہاں ہیں وہ تینوں۔" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

"آئیے۔" اکرام نے کہا اور انہیں ایک کمرے میں لے آیا۔

ان تینوں کو زنجیروں سے باندھا گیا تھا... یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"زنجیروں میں باندھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔"

"یہ عجیب وغریب دھمکیاں دے رہے تھے ... کہہ رہے تھے ... اگر انہیں چھوڑ نہ دیا گیا تو ہم سب بہت بڑی مشکل میں مبتلا ہو جائیں گے... ان کی بلند بانگ باتیں سن کر سب تنگ آ گئے اور انہیں زنجیریں پہنا دیں... اس وقت سے ان کا چیخنا چلانا بند ہوا ہے..."

"ہوں ٹھیک ہے... کوئی بات نہیں ... آج کل یہ عام سی بات ہوگئی ہے ... لوگ بڑھکیں مارتے ہیں ... ہوا میں تیر چلاتے ہیں ... لیکن جب انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں دال نہیں گلے گی اور الٹا لینے کے دینے پڑ جائیں گے تو تیر کی طرح سیدھے ہو جاتے ہیں ... اچھا بھئی...

اب ذرا تم بتاؤ... تم لوگ کون ہو اور کس کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"ہمارے نام استاد، فوزی اور کالو ہیں... ہم اپنے باس کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"باس کا نام۔"

"ہمیں نہیں معلوم۔"

"باس سے تم لوگوں کی ملاقات کہاں ہوئی ہے۔"

"اجمل برادرز کے ہاں۔"

"کیا!!!"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

☆☆☆☆☆

حکم

چند لمحے تک وہ سکتے کی حالت میں ان کی طرف دیکھتے رہے... پھر محمود نے کہا:

"تو اسی دفتر میں باس تم لوگوں سے ملاقات کرتا ہے۔"

"ہاں! لیکن اجمل برادرز کو یہ بات معلوم نہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"یہ بات اس طرح ہوئی کہ ہمارا باس اس عمارت کو رات کے وقت استعمال کرتا ہے... جب کہ اجمل برادرز دن کے وقت... انہیں نہیں معلوم... ان کا دفتر رات کے وقت کچھ اور لوگ استعمال کرتے ہیں۔"

"یہ ایک اور عجیب بات ہوگئی... اس کیس میں بار بار عجیب باتیں سامنے آ رہی ہیں... حیرت ہے کہ بڑھتی جا رہی ہے... ہم شروع میں اس کیس کو بالکل عام سا اور بالکل سیدھا سادہ سا کیس خیال کر بیٹھے

تھے... لیکن اب اس میں لمحہ بہ لمحہ پیچیدگی پیدا ہوتی جا رہی ہے... اور اس کی کوئی کل سیدھی نظر نہیں آرہی ... اب تو یہ کہنے کو جی چاہتا ہے ... کیس رے کیس تیری کون سی کل سیدھی۔''

''ہاں واقعی۔''

''اب تمہاری باتوں کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ اجمل برادرز کا باس سے کوئی تعلق نہیں... باس تو رات کے وقت اس عمارت کو استعمال کرتا ہے اور بس۔''

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''لیکن وہ تالے وغیرہ کس طرح کھولتا ہے۔''

''باس اس کام کا بہت ماہر ہے ... تالے کو ہاتھ بعد میں لگاتا ہے، کھل پہلے جاتا ہے۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''تب پھر بعد میں ہاتھ لگانے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔'' فاروق بولا۔

''اس کو تالا جو ہوتا ہے۔'' دوسرے نے منہ بنایا۔

''اوہ ہاں واقعی ... یہ بات بھی ہے... اب ذرا مہربانی فرما کر یہ بھی بتادو کہ یہ تمہارا باس تم لوگوں سے کس قسم کے کام لیتا ہے۔''

''عجیب و غریب اور حیرت انگیز کام ... اس کے کام کسی کو سمجھ

میں نہیں آتے... اب آپ اسی کام کو دیکھ لیں... اس نے ہمیں حکم دیا تھا کہ راشد سعید کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ فوراً سیٹھ قاسم اوکلے کے ہاں چلا جائے اور وہاں جا کر ملازمت کر لے... لیکن وہ وہاں نہیں گیا، لہٰذا اسے فوراً رقعہ پہنچاؤ ... کہ وہ وہاں پہنچ جائے... ورنہ اس کا کام تمام کر دیا جائے گا... اب ہم نے اسے رقعہ پہنچا دیا... لیکن درمیان میں آپ لوگ آ ٹپکے ... بات ہو رہی تھی باس کے کاموں کی... آخر وہ یہ کیوں چاہتا ہے کہ نوجوان راشد سعید وہاں جا کر ملازمت کر لے۔''

''شاید اس لیے کہ وہاں پہلے ہی ایک عدد راشد سعید کام کر رہا ہے۔''

''کیا!!!'' وہ تینوں ایک ساتھ چلائے۔

''ہاں! بالکل یہی بات ہے... بلکہ اس راشد سعید کی شکل صورت اور اس راشد سعید کی شکل صورت بالکل ملتی ہے ... جو پہلے ہی وہاں کام کر رہا ہے۔''

''نن نہیں۔'' وہ پھر چلائے۔

''اور بتاتے ہیں ... راشد سعید کی ماں اور بہن کی ہم شکل ماں اور بہن بھی سیٹھ قاسم اوکلے کے ہاں موجود ہیں۔''

''کیا!!!'' اس بار وہ تینوں بہت زور سے چلائے تھے ... مارے

حیرت کے ان کی آنکھیں پھیل گئیں... کافی دیر تک وہ منہ سے کچھ نہ کہہ سکے... آخر ان میں سے ایک نے کہا:

''یہ... یہ سب کیا چکر ہے۔''

''چکر میں تو ہم خود چکرا رہے ہیں... اور اس کی تہہ تک پہنچنے کے سلسلے میں ہمیں چکر پہ چکر آ رہے ہیں۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''اور سیٹھ قاسم کیا کہتے ہیں۔''

''یہ کہ انہوں نے چھ ماہ پہلے ایک ملازم کی ضرورت کے لیے اجمل برادرز کو فون کیا تھا... انہوں نے راشد سعید کو بھیج دیا تھا... بلکہ ان کا آدمی شہباز نسیم راشد سعید کو چھوڑ گیا تھا... اس روز سے راشد سعید وہاں ملازمت کر رہا ہے... اس کی والدہ اور بہن بھی وہیں اس کے ساتھ رہتی ہیں... کیونکہ سیٹھ قاسم نے انہیں کوارٹر دے رکھا ہے... اب اس کہانی میں وہ نوجوان کہیں فٹ نہیں بیٹھ رہا جو ہمیں نیشنل پارک میں ملا تھا... اس کی شکل و صورت بالکل اس راشد سعید جیسی ہے... یہ ہے اس کیس کی عجیب و غریب ترین بات... لیکن اگر تم ہماری مدد کرو تو ہم اس گتھی کو سلجھانے کرنے میں شاید کامیاب ہو جائیں...''

''اور آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔''

''باس کے بارے میں جو کچھ بتا سکتے ہیں، بتا دو...''

''یہی بات یہی ہے کہ ہم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔''

''خیر... تم ہمارے سوالات کے جوابات تو دے ہی سکتے ہو۔''

''ہاں ضرور کیوں نہیں... لیکن آپ ہمارے بارے میں بھی تو کچھ
ہیں۔''

''تم قانون کی مدد کرو... قانون تم لوگوں سے نرمی برتے گا... یہ
را وعدہ ہے۔''

''ٹھیک ہے... آپ پوچھیں... کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔''

''تم لوگوں کا باس سے تعلق کیسے قائم ہوا۔''

''اجمل برادرز کے ذریعے۔''

''کیا مطلب؟'' وہ اچھل پڑے۔

''ان کی طرف سے اخبارات میں اشتہار شائع ہوا تھا... ہم
یو دینے گئے... انہوں نے ہم سے کہا کہ شہر کے ایک بہت بڑے
ی کو تم لوگوں کی خدمات درکار ہیں، تنخواہ بہت اچھی ملے گی...
م نے کہا ہمیں منظور ہے، بس اس نے ہمیں اس کے پاس بھیج دیا۔''

''اور وہ کون ہے۔''

''ہم نہیں جانتے۔''

''یہ کیا بات ہوئی۔''

"ہم نے کب کہا ہے ہم اچھے لوگ ہیں... ہم غنڈہ گردی کرتے رہے ہیں... اسی لیے تو اس نے ہمیں ملازم رکھا ہے۔"

"ملازم رکھتے وقت کیا اس نے پوچھا تھا کہ تم لڑائی بھڑائی کے کام جانتے ہو یا نہیں۔"

"ہاں! بالکل پوچھا تھا..."

"نہیں... تم کچھ چھپا رہے ہو..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور وہ کیا ہے جو ہم چھپا رہے ہیں جناب!" کالو نے برا سا منہ بنایا۔

"یہ کیسے ممکن ہے کہ اخبارات میں ملازمت کے لیے اشتہار شائع ہو... تم اجمل برادرز کے دفتر جاؤ... اور وہ فوراً تمہیں باس کے پاس بھیج دے اور باس تمہیں فوراً ملازم رکھ لے اور تم اس کے لیے کام کے آدمی ثابت ہو... یہ ساری باتیں ہضم نہیں ہو رہیں... لہٰذا پہلے تم سچ بتاؤ گے... پھر ہم تمہارے کام آئیں گے... اور جب تک تم جھوٹ بولتے رہو گے... اس وقت تک تم سے کوئی نرمی نہیں ہو گی... راشد سعید کے گھر تم نے جو کردار ادا کیا... وہ اتفاقیہ ملازموں کا نہیں تھا... بلکہ صاف نظر آ رہا تھا کہ تم باس کے لیے نہ جانے کب سے اس قسم کے کام کر رہے ہو۔" انسپکٹر جمشید کی پرسکون آواز کمرے میں

گونج گئی... ان کے چہروں پر ایک رنگ آ کر گزر گیا... انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... آخر استاد نے کہا:

"آپ کا اندازہ ٹھیک ہے... ہم پرانے جرائم پیشہ ہیں... پہلے ہم تینوں مل کر جرائم کرتے رہے ہیں... کئی بار پکڑے بھی گئے... پھر ہمیں ایک پیغام ملا... پیغام یہ تھا... "یہ کیا تم چھوٹے موٹے جرم کرتے رہتے ہو... تم تو بہت کام کے آدمی ہو... لہٰذا میرے گروہ میں شامل ہو جاؤ... اور اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ اخبار میں اجمل برادرز کی طرف سے ملازمت کا اشتہار شائع ہوگا... تم اس کے پاس چلے جانا... وہ تمہیں میرے پاس بھیج دے گا... اس طرح ہم اس مکان میں پہنچ گئے... اور اس کے لیے کام کرنے لگے۔"

"اب یہ بھی وضاحت کر دو... وہ تم سے کس قسم کے کام لیتا ہے۔"

"اسی قسم کے... جس قسم کا کام ہم نے راشد سعید کے گھر کیا ہے... راشد سعید کو چھ ماہ پہلے ملازم رکھا گیا تھا... باس پہلے تو اس سے ادھر ادھر کے آسان کام لیتا رہا... پھر اس نے اسے حکم دیا کہ سیٹھ قاسم اوکلے کے ہاں جائے... لیکن وہ نہیں گیا... تب باس نے ہمیں اس کے بارے میں حکم دیا... اس کے بعد کے حالات میں تو آپ خود

شامل ہو گئے تھے۔"

"اوہ ... سوال تو یہ ہے کہ راشد سعید نے اوکلے کے گھر جانے سے انکار کیوں کیا ... وہاں اسے ایسا کیا کام کرنا تھا۔"

"سیٹھ قاسم اوکلے کا قتل۔"

"کیا!!!"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆☆☆☆☆

ان کا چہرہ

حیران ہونے کی باری اب ان کی تھی... وہ چند لمحے تک پھٹی پھٹی آنکھوں سے انھیں دیکھتے رہے ... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"تمہارا مطلب ہے ... باس نے راشد سعید کو حکم دیا تھا کہ وہ سیٹھ قاسم اوکلے کے گھر جائے اور اسے قتل کر دے۔"

"ہاں! لیکن راشد سعید یہ کام کرنے کے لیے کسی طرح تیار نہ ہوا ... اس پر باس نے ہمیں حکم دیا کہ اگر وہ وہاں نہیں جاتا تو اس کا کام تمام کر دیا جائے... ایسے میں درمیان میں آگئے آپ کے دونوں بیٹے ... ان کی وجہ سے وہ ہمارے ہاتھ سے بچ گیا..."

"ورنہ تم اسے جان سے مار دیتے۔"

"اور ہم کر ہی کیا سکتے تھے ... ہم باس کے احکامات ماننے پر مجبور ہیں ... کیونکہ ..." استاد کہتے کہتے رک گیا۔

"کیونکہ کیا ؟" فاروق بولا۔

'' کیونکہ باس کے پاس ہمارے خلاف ایسے ایسے ثبوت ہیں کہ بس کیا بتائیں ... اگر وہ ثبوت وہ پولیس کو دے دے... تو ہم سیدھے جیل چلے جائیں اور ہمیں لمبی لمبی سزائیں ہوں گی ۔''

'' اور کیا وہ ثبوت اسی طرح حاصل کیے گئے ہیں ... جس طرح راشد سعید کے خلاف ثبوت حاصل کیا گیا تھا ... یعنی اسے ایک ایسی جگہ بلایا گیا جہاں ایک لاش موجود تھی ... اور اس کے پیٹ میں خنجر موجود تھا ... جب خوف کی حالت میں اس نے وہ خنجر نکالا ... تو اس کی تصاویر لے لی گئیں ... یعنی وہی ہمیشہ کا گھسا پٹا طریقہ ۔'' انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا ۔

'' جی ہاں ! بالکل یہی بات ہے ۔''

'' ہوں ... باس کے طریقہ کار کی حد تک تو باتیں صاف ہوگئیں ... لیکن جو تین افراد پہلے ہی سیٹھ قاسم اوکلے کے گھر میں موجود ہیں ... انہیں کہانی میں کہاں فٹ کریں ۔''

'' کون سے تین افراد ... آپ راشد سعید اور اس کی ماں اور بہن کو آپ اپنے ساتھ ہی تو لے گئے تھے ۔''

'' ہاں ... ہم نے انہیں ان کی حفاظت کے خیال سے اپنے دوست کے گھر پہنچا دیا تھا ... لیکن وہاں سے انہیں اغوا کر لیا گیا ۔''

'' اوہ ! '' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا ۔

'' اس کے بعد جب ہم سیٹھ قاسم اوکلے کے ہاں گئے تو راشد سعید نہیں وہاں نظر آیا ۔''

'' اس کا کہنا ہے ... وہ تو چھ ماہ پہلے سے وہاں ملازمت کر رہا ہے ... اور سیٹھ صاحب نے اسے رہائش کے لیے کوارٹر دے رکھا ہے ... وہ اس میں اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ رہ رہا ہے ... یعنی وہ پارک والی ملاقات سے بھی انکاری ہے ... اور تم تینوں کے ساتھ جو گروپ وغیرہ ہوئی ... اس کے بارے میں بھی لاعلمی ظاہر کر رہا ہے ... جب ہم نے اس کی والدہ اور بہن سے ملاقات کی تو ان کی شکل صورت کی بالکل وہی تھی ... جو پہلے راشد سعید کی والدہ اور بہن کی ہے ۔''

'' پتا نہیں ... یہ کیا چکر ہے ۔''

'' چکر کافی گہرا ہے ... اور بہت جاسوسی ہے ... ہمیں خوب چکر پہ چکر آرہے ہیں ۔'' فاروق نے بڑا سا منہ بنایا ۔

'' ہمیں اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ... پتا نہیں یہ سب چکر کیا ہے ... آپ ہماری بات پر یقین کریں یا نہ کریں ۔''

'' ہوں ... ٹھیک ہے ... ہمیں اس کیس پر نئے سرے سے غور کرنا ہوگا ... اور ہم یہ غور کریں گے ... فی الحال تمہیں حوالات ہی میں رہنا

ہو گا ... ہم دیکھیں گے ... تم جرائم میں کہاں تک آگے جا چکے ہو ... اور تم سے کہاں تک رعایت کی جا سکتی ہے ... لیکن رعایت کی شرط یہ ہو گی کہ تم نے کوئی بہت سنگین جرم نہ کیا ہو ... جیسے قتل ... دوسری بات یہ کہ تم آئندہ جرم کرنے سے توبہ کرو گے ... پکی پچی توبہ۔'' یہ کہتے ہوئے انہوں نے پکی پچی توبہ پر خوب زور دیا۔

''ٹھیک ہے ... ہم نے آج تک کسی کو قتل نہیں کیا ... آپ نے شاید غور نہیں کیا۔'' یہ کہتے ہوئے استاد مسکرایا۔

''غور نہیں کیا ... کس بات پر؟'' وہ حیران ہو کر بولے۔

''باس کا طریقہ کار یہی تو ہے ... وہ نہ تو خود اپنے ہاتھ سے کوئی ایسا جرم کرتا ہے ... نہ اپنے کام کرنے والوں سے کوئی ایسا کام کرواتا ہے ... البتہ نئے آدمیوں کو ملازم رکھتا ہے اور ان سے ایسے کام لیتا ہے ... یعنی انہیں پھنسواتا ہے ... راشد سعید کی مثال آپ کے سامنے ہے ... باس اس سے چھوٹے موٹے کام لیتا رہا ... اور اب اس نے اسے حکم دیا تھا کہ سیٹھ قاسم اوکلے کو قتل کر دے ... لیکن وہ غریب اس قسم کا آدمی ہے ہی نہیں ... لہٰذا اس نے صاف انکار کر دیا ... اصل میں باس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ چونکہ اس کے پاس راشد سعید کے خلاف ثبوت موجود ہے ... ثبوت بھی قتل کرنے کا منظر ... لہٰذا وہ اس خوف

سے اس کا یہ حکم مان لے گا ... کہ انکار کی صورت میں وہ یہ ثبوت پولیس کو دے دے اور عدالت اسے عمر قید یا پھانسی کی سزا سنا دے گی ... لیکن ان باتوں کے باوجود راشد سعید نے انکار کر دیا ...''

''یہاں تک تو بات ٹھیک ہے ... اس میں کوئی الجھن نہیں تھی ... لیکن الجھن پیدا ہوئی ہے اس بات سے کہ اب یہ تینوں کردار سیٹھ اوکلے کے ہاں موجود ہیں۔''

''اس سلسلے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں ... یہ باس کے کھیل ہیں ... باس جانے۔''

''ہوں خیر ... ہم دیکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں کیا قدم اٹھایا جائے۔''

اپنے کمرے میں واپس آ کر انہوں نے اکرام سے کہا:

''ہم فوری طور پر اجمل برادرز کی طرف جا رہے ہیں ... اس کے بعد سیٹھ قاسم اوکلے کی طرف جائیں گے ... اس سارے معاملے میں ان لوگوں کا کردار حد درجے پراسرار ہوتا جا رہا ہے ...''

''جی بہتر! میرے لیے کیا حکم ہے۔''

''راشد سعید، اس کی والدہ اور اس کی بہن کی انگلیوں کے نشانات ہم نے لیے نہیں تھے ... لیکن یہ لوگ اگر اس گھر میں چھ ماہ تک

رہتے رہے ہیں تو وہاں ضرور ان لوگوں کی انگلیوں کے نشانات ہوں گے ... میرا مطلب ہے، راشد سعید، اس کی والدہ اور بہن کے ... لہذا تم ذرا اس مکان سے ان کے نشانات اٹھوا لو ... ان تینوں کے بھی لے لو... تاکہ الگ الگ کیے جا سکیں... اس کے بعد ہمارا کام یہ ہوگا کہ سیٹھ قاسم اوکلے کے ہاں جو تین افراد موجود ہیں... یعنی راشد سعید، اس کی والدہ اور بہن کے ہم شکل ... ان تینوں کے نشانات ملا کر دیکھیں گے ... اس طرح معلوم ہو جائے گا کہ اوکلے کے ہاں جو لوگ موجود ہیں... کیا وہ یہی تینوں ہیں یا کوئی اور۔"

"بالکل ٹھیک سر۔"

"تب پھر ہم پہلے اجمل برادرز سے دو دو باتیں کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔"

"او کے۔"

وہ اسی وقت روانہ ہو گئے:

"یار جمشید! میری تو عقل چکرا رہی ہے... یہ کیا چکر ہے۔"

"ابھی تک تو خیر میں بھی کوئی اندازہ نہیں لگا سکا ... لیکن بہرحال دو تین نکات نوٹ کیے ہیں... وہ کہتے ہیں تو بتا دیتا ہوں۔"

"ضرور بتاؤ جمشید ... کچھ تو الجھن دور ہو۔" پروفیسر جلدی سے

بولے۔

"الجھن تو خیر ابھی دور نہیں ہو گی ... پہلی بات تو یہ ہے کہ باس راشد سعید کو نیشنل پارک میں کیوں بلاتا رہا ہے ... دوسری بات ان تینوں یعنی استاد، کالو اور فوزی کو وہ پہلے سے کس طرح جانتا ہے ... تیسری بات اجمل برادرز صاف طور پر اس چکر میں برابر کے شریک نظر آ رہے ہیں... وہ کیوں اتنے دھڑلے سے بدستور دفتر میں بیٹھے ہیں ... انہوں نے اب تک کیوں خوف محسوس نہیں کیا۔"

"یہ سب باتیں اس کیس میں بہت عجیب ہیں اور دماغ کی چولیں ہلا دینے والی ہیں ..."

"اور دوسری طرف سیٹھ قاسم اوکلے کی شخصیت بہت پراسرار لگتی ہے ... وہ بھی اپنی کوٹھی میں بہت پرسکون بیٹھے ہیں ... خیر اب ہم ان سے بھی تفصیلی ملاقات کریں گے ... اس وقت تو ہم نے ان سے کچھ نہیں پوچھا تھا ..."

اور پھر وہ وہاں سے اجمل برادرز کے دفتر پہنچے ... لیکن دروازے پر لگا بڑا سا تالا ان کا منہ چڑا رہا تھا:

"لو بھئی ... یہاں تو تالا لگا ہوا ہے۔"

"جمشید ... دائیں بائیں والوں سے پوچھ لیتے ہیں۔" خان رحمان

بولے۔

"ہاں ٹھیک ہے..."

دائیں طرف بجلی کے سامان کی ایک بڑی دکان تھی... اس وقت دکان کا مالک فارغ تھا... وہ سیدھے اس کے پاس چلے گئے... علیک سلیک کے بعد وہ بولے:

"ہمارا تعلق خفیہ پولیس سے ہے... آپ کے ساتھ والوں کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں..."

"فرمائیے۔"

"ان لوگوں نے یہ دفتر کب سے قائم کر رکھا ہے۔"

"انہوں نے یہ عمارت ایک سال پہلے کرائے پر لی تھی۔" اس نے بتایا۔

"ہوں... اس وقت تالا لگا ہوا ہے... کیا آپ کو کچھ معلوم ہے؟"

"جی ہاں! ان کے کوئی قریبی عزیز فوت ہو گئے ہیں... اس لیے دفتر بند کر کے گئے ہیں۔"

"اور آپ یہاں کب سے ہیں۔"

"مجھے تو یہاں سالہا سال ہو گئے... بجلی کے سامان کا روبار کرتے

ہوئے۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض کر دوں کہ یہ ساتھ والی عمارت میری ہی ہے اور میں نے ان لوگوں کو کرایہ پر دے رکھی ہے۔"

"یہ کیسے لوگ ہیں... ایک سال میں آپ کو ان سے کوئی شکایت تو نہیں ہوئی۔"

"جی نہیں... بالکل ٹھیک لوگ ہیں... ان سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ کرایہ بھی وقت پر دیتے ہیں... لیکن آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"جی بس... یہ تو ہم اس وقت نہیں بتا سکتے... آپ کا نام؟"

"میں... میں... میرا نام جہانگیر اہدالی ہے۔" اس نے قدرے ہکلا کر کہا۔

انہیں اس کے ہکلانے پر بہت حیرت ہوئی... انسپکٹر جمشید نے اسے گھور کر دیکھا... پھر بولے:

"اجمل صاحب کا موبائل نمبر تو ہوگا آپ کے پاس۔"

"جی ہاں! بالکل ہے۔"

"بس وہ دے دیں۔"

اس نے نمبر نوٹ کرا دیا... انسپکٹر جمشید نے نمبر ملایا، لیکن وہ بند تھا:

"فون بند ہے۔"

"ظاہر ہے ... فوتگی ہوگئی ہے ... ہوسکتا ہے اس وقت وہ جنازے کے ساتھ جا رہے ہوں۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... خیر کوئی بات نہیں... ہم کل ان سے ملاقات کرلیں گے۔"

"وہ تو بتا کر گئے ہیں کہ دفتر تین دن بند رہے گا۔"

"اوہو اچھا ... انہوں نے لکھ کر نہیں لگایا۔"

"ہوسکتا ہے ... پریشانی میں بھول گئے ہوں۔"

"اچھی بات ہے، آپ کا شکریہ!"

اور پھر وہ وہاں سے باہر نکل آئے:

"اب کیا کیا جائے۔" خان رحمان بولے۔

"میرا خیال ہے... یہ لوگ فرار ہوگئے ہیں... دفتر کے تین دن بند رہنے والی بات اس لیے کہہ گئے ہیں کہ ہم تین دن تک ان کا انتظار کریں... اس دوران یہ ہم سے دور نکل جائیں۔"

"ایسا ہی لگتا ہے ... لیکن اب ہم کیا کریں۔"

"ہمارے پاس اب لے دے کر سیٹھ قاسم اوکلے رہ گئے ہیں... آؤ چلیں۔"

وہ وہاں سے سیٹھ قاسم اوکلے کی کوٹھی پہنچے ... دستک کے جواب میں اسی ملازم نے دروازہ کھولا جس سے پہلے ملاقات ہوچکی تھی:

"اوہ! آپ لوگ ہیں ... ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو آپ سب لوگ آئے تھے۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں! یہی بات ہے... آپ سیٹھ صاحب کو اطلاع دے دیں ہمیں تو یہاں شاید ابھی کئی بار آنا پڑے گا... معاملہ ہی ایسا ہے۔"

"ٹھیک ہے... میں انہیں بتاتا ہوں۔"

اور پھر وہ اندر چلا گیا... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی:

"آیئے! سیٹھ صاحب آپ سے ملاقات کرنا پسند کریں گے، لیکن ان کی طبیعت بہت خراب ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

پھر وہ اس کے ساتھ اندر پہنچے... ملازم انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا:

"ویسے محمود ... فاروق ... تم نے ان تینوں کی آوازیں سنی تھیں... اب ذرا دھیان دینا ... ان آوازوں میں اور ان کی آوازوں میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔"

"جی اچھا ... انکل اکرام بھی انگلیوں کے نشانات اٹھا کر یہیں

آئیں گے ...اور ہم ان نشانات سے ان کے نشانات کو ملا سکیں گے۔"

"انشاء اللہ!"

اسی وقت اندرونی دروازہ کھلا اور سیٹھ قاسم اوکلے اندر داخل ہوئے۔ ان کے چہرے کی طرف دیکھتے ہی وہ زور سے اچھلے۔

☆☆☆☆☆

موت کا سایہ

ان کا چہرہ بلا کی طرح زرد تھا... یوں لگتا تھا جیسے ان کا سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو:

"یہ... یہ آپ کو کیا ہوا سیٹھ صاحب... آپ کا رنگ تو بالکل زرد ہو رہا ہے۔"

"ہاں! میری جان نکل جا رہی ہے..."

اس کے ساتھ ہی وہ تڑ سے گرے اور ان کا جسم ساکت ہوگیا:

"ارے باپ رے۔" وہ بوکھلا اٹھے۔

انسپکٹر جمشید فوراً اس پر جھک گئے... ابھی وہ زندہ تھے۔ نبض چل رہی تھی... دل دھڑک رہا تھا... لیکن آنکھیں بند تھیں...

"سیٹھ صاحب ... سیٹھ صاحب۔" انسپکٹر جمشید نے انہیں قدرے ہلاتے ہوئے کہا۔

انہوں نے آنکھیں کھول دیں:

''وہ ... وہ کون ہے... جو آپ کی جان لینا چاہتا ہے۔''

انہوں نے انکار میں سر ہلا دیا... جس کا مطلب تھا، انہیں یہ بات معلوم نہیں...

''فرزانہ ... تم اندرونی دروازے پر دستک دے کر اندر چلی جاؤ ... انہیں بتا دو... سیٹھ صاحب کی حالت بہت نازک ہے ... اور وہ سب فوراً یہاں آجائیں۔''

فرزانہ نے زور دار انداز میں دستک دی اور اندر چلی گئی۔ اس نے دیکھا ... سامنے ایک کشادہ برآمدہ تھا... اس میں سے ایک عورت تیز تیز چلتی اس طرف آرہی تھی:

''دروازے پر دستک آپ نے دی؟''

''ہاں! سیٹھ قاسم اوکے صاحب کی طبیعت حد درجے خراب ہے ... آپ سب لوگ اندر آجائیں۔''

''کیا کہہ رہی ہیں آپ۔'' وہ بوکھلا اٹھی۔ پھر چلائی:

''بچو ... دوڑ کر آؤ... تمہارے پاپا کی حالت خراب ہوگئی۔''

فوراً ہی کمروں کے دروازے کھلے... اور تین مرد اور دو جوان لڑکیاں دوڑتے ہوئے باہر نکلے:

''کہاں ہیں پاپا۔'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

''ڈرائنگ روم میں۔''

وہ سب ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف دوڑ پڑے ... اندر انسپکٹر جمشید کسی کو فون کر رہے تھے... ان پانچوں نے ان کی طرف دیکھا تک نہیں ... اپنے باپ پر جھک پڑے... ان کے بعد ایک اور خاتون اندر داخل ہوئیں ... یہ ادھیڑ عمر تھیں... اور غالباً سیٹھ قاسم اوکے کی بیوی تھیں۔

وہ سب ان پر جھک پڑے:

''یہ کیا امی! پاپا کے رنگ کو کیا ہوا۔''

''مجھے کچھ معلوم نہیں بیٹے... میں تو یہ خبر سن کر آئی ہوں کہ ان کی حالت خراب ہے... ابھی تھوڑی دیر پہلے تو بالکل ٹھیک تھے۔'' وہ بولیں۔

''یہ ... یہ انہیں کیا ہوا... اور یہ لوگ کون ہیں ... یقیناً انہوں نے کچھ کیا ہے۔'' ان میں سے ایک نوجوان بولا۔

''نہیں چھوٹے صاحب... ان کا رنگ ان کے آنے سے پہلے ہی پیلا ہو چکا تھا ... انہوں نے گھنٹی بجائی ، میں باہر نکلا ... انہوں نے بتایا کہ سیٹھ صاحب سے ملنا چاہتے ہیں... میں صاحب سے پوچھنے کے لیے ان کے پاس آیا تو وہ ٹھیک تو تھے... لیکن ان کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔

یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی ... میں نے انہیں ملاقاتیوں کی آمد کے بارے میں بتایا ...انہوں نے کہا کہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آؤ ... میں بھی پہنچتا ہوں ... ان کی آواز سے کمزوری جھلک رہی تھی ... بس ادھر میں ملاقاتیوں کو اندر بٹھا کر ان کی طرف آیا ،ادھر یہ ڈرائنگ روم کے پاس پہنچ چکے تھے... اس وقت میں نے دیکھا... جیسے ان کی جان نکلی جا رہی ہو ... میں گھبرا کر ڈاکٹر کو فون کرنے چلا گیا ... میں انہیں فون کر آیا ہوں ۔''

''یہ تم نے ٹھیک کیا... لیکن ان کا خون کہاں گیا ۔'' دوسرا بیٹا بولا ۔

'' میں تو خود حیران ہوں صاحب جی ۔''

ایسے میں قدموں کی آواز سنائی دی ... انہوں نے دیکھا۔

راشد سعید کا ہم شکل اندر داخل ہو رہا تھا :

'' اوہ ! انہیں کیا ہوا... میں نے تو سب کو ادھر آتے دیکھا تو خیال کیا کہ کوئی گڑبڑ ہے ...''

'' پتا نہیں راشد ... کیا معاملہ ہے ... خیر ابھی ڈاکٹر آجاتے ہیں ۔'' تیسرا بولا۔

'' میرا خیال ہے... ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے ... انہیں ہسپتال لے جانا چاہیے ۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' اور آپ کون ہیں ۔''

'' میں انسپکٹر جمشید ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں... لیکن یہ وقت ان باتوں کا نہیں... ان کی حالت نازک ہے ۔''

بڑے بیٹے نے گھڑی پر نظر ڈالی ... پھر بولا:

''لیکن لے جائیں گے کیسے ... ایمبولینس تو منگانا پڑے گی ۔''

'' اس میں وقت ضائع ہوگا ... میں انہیں اٹھا کر لے جا رہا ہوں ... اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹا دوں گا... آپ لوگ ذرا ایک طرف ہٹ جائیں ۔''

'' میرے خیال میں اس طرح انہیں اور زیادہ تکلیف ہو گی... ایمبولینس منگوا لینی چاہیے ۔''

'' ان کی حالت بہت نازک ہے ... دیر کرنا خطرناک ہو سکتا ہے... لہذا آپ ہٹ جائیں ۔''

''اچھی بات ہے ... ہم بھی پھر ہسپتال چلیں گے ... اپنی اپنی گاڑیوں میں ۔''

'' ٹھیک ہے ...''

اور یہ قافلہ ہسپتال کی طرف روانہ ہوا ... انسپکٹر جمشید پہلے ہی ڈاکٹر انصاری کو فون کر چکے تھے وہ انہیں تیار کھڑے مل گئے ... اور

مریض کو فوراً ایک کمرے میں لے آئے...

'' آپ سب لوگ برآمدے میں بیٹھیں ۔''

یہ کہہ کر انہوں نے دروازہ بند کر لیا ... پانچ منٹ بعد دروازہ کھلا... اور ڈاکٹر انصاری نے کہا:

'' انہیں خون دینا ہوگا...اور کافی خون دینا ہوگا ... آپ میں سے کون کون تیار ہیں۔''

وہ لگے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے ... انسپکٹر جمشید فوراً بھانپ گئے کہ ان تلوں میں تیل نہیں ہے...لہٰذا انہوں نے فوراً کہا:

'' میں اور خان رحمان دیں گے ۔''

'' آپ دونوں اندر آجائیں ۔''

'' آپ کے خون کا گروپ ان سے کیسے ملے گا۔''

'' ہر ہسپتال اور بڑے بلڈ بنک میں تبادلے میں خون دینے کا انتظام ہوتا ہے ... یعنی اگر رشتے داروں یا دوستوں کے خون کا گروپ مریض کے خون سے میچ نہ بھی کرتا ہو تو خون دے کر اس کے بدلے مطلوبہ گروپ کا خون لیا جا سکتا ہے۔''

'' اوہ !'' ان کے منہ سے نکلا۔

انسپکٹر جمشید اور خان رحمان ڈاکٹر انصاری کے ساتھ اندر چلے گئے...

ادھر محمود ، فاروق اور فرزانہ کے چہروں پر غم و غصے کی کیفیت طاری ہو چکی تھی:

'' آپ کیسی اولاد ہیں ... اپنے والد کو خون دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔''

'' ہمارا گروپ ان سے نہیں ملتا...'' ان میں سے ایک نے کہا۔

'' ہاں بالکل۔'' باقی سب نے ایک ساتھ کہا۔

'' لیکن آپ کے خون کے بدلے بلڈ بنک سے ان کے خون کا گروپ تو مل سکتا تھا نا...'' فاروق تنک کر بولا۔

لیکن اس کی بات تو جیسے انہوں نے سنی ان سنی کر دی ... اور لگے ادھر ادھر دیکھنے...

پندرہ منٹ بعد ڈاکٹر انصاری باہر آئے...ان کو آتے دیکھ کر محمود نے کہا: '' ان کی حالت کیسی ہے ۔''

'' کچھ نہیں کہہ سکتے ... وہ زندگی اور موت کے درمیان ہیں۔''

'' اوہ نہیں۔'' ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

'' آپ لوگ گھر چلے جائیں...ضرورت پڑی تو ہم فون کر دیں گے ۔ اپنے موبائل نمبر لکھوا دیں۔'' ڈاکٹر انصاری بولے۔

'' جی اچھا۔'' بڑا بیٹا جلدی سے بولا۔

محمود ، فاروق ، فرزانہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا ... انہیں حیرت ہوئی ... ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ کہتا ... میں یہاں ہی رکوں گا اپنے والد کے پاس ... لیکن وہ تو گویا جان چھڑا کر جانا چاہتا تھا۔

نمبر لکھوا کر وہ تو چلے گئے ... اب ڈاکٹر انصاری نے ان سے کہا:

'' آپ بھی گھر چلے جائیں گے ... اس کام میں بہت دیر لگ جائے گی۔''

'' انہیں ہوا کیا ہے۔''

'' انہیں زہر دیا گیا ہے ... اس لیے سارا خون نکالنا پڑا ہے ... ورنہ ان کے بچنے کا کوئی امکان نہیں تھا ...''

'' اوہ ... آپ کا مطلب ہے ... اب وہ بچ جائیں گے۔''

'' ابھی یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔''

'' ابا جان اور انکل کا کیا حال ہے۔''

'' وہ بالکل ٹھیک ہیں۔''

اور وہ گھر کی طرف روانہ ہوگئے:

'' یہ تو ایسا لگتا ہے ... جیسے انہیں اپنے والد کی ذرہ برابر بھی پروا نہ ہو۔''

''ہاں! یہی لگتا ہے ... البتہ سیٹھ صاحب کی بیگم پریشان نظر آرہی

تھیں۔'' فرزانہ بولی۔

'' اللہ اپنا رحم فرمائے ... کیا زمانہ آگیا ہے۔'' پروفیسر داؤد نے سرد آہ بھری۔

'' پھر تو اس بات کا امکان ہے ... ان لوگوں نے یا ان میں سے ہی کسی نے انہیں زہر دیا ہو۔'' فاروق نے خیال ظاہر کیا۔

'' ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔''

'' سب سے زیادہ امکان تو اسی بات کا ہے کہ راشد سعید نے زہر دیا ہو ... آخر اسی کام کیلئے تو اسے کوٹھی میں رکھوایا گیا تھا ... وہ بھی تو آخر کوٹھی میں ہی ہے ... ان تینوں کا معاملہ بھی ابھی تک صاف نہیں ہوا ... اور وہ کون ہے جو راشد سعید کی پشت پر ہے ... اور سیٹھ قاسم کو قتل کروانا چاہتا ہے ... یعنی باس ... وہ کیوں ایسا چاہتا ہے۔''

'' اس کیس میں کچھ زیادہ ہی الجھاؤ پیدا ہوگیا ہے ... ابا جان کے آنے تک ہم کوئی قدم اٹھائیں یا نہیں۔''

'' ان سے پوچھ لیتے ہیں۔''

'' ہاں! یہ ٹھیک رہے گا ...''

محمود نے ان کا نمبر ملایا ... سلسلہ فوراً مل گیا:

'' ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں ابا جان کے اس کیس کے سلسلے میں ہم

کام جاری رکھیں یا فی الحال ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھیں۔''

''جب تک سیٹھ صاحب کے بارے میں یقینی طور پر کچھ معلوم نہیں ہو جاتا ... اس وقت تک ہم کچھ نہیں کریں گے ... ویسے میڈیکل رپورٹ سے یہ بات طے ہے کہ انہیں زہر دیا گیا ہے ...''

''اچھی بات ہے ...''

محمود نے فون بند کر دیا...

اس رات انسپکٹر جمشید اور خان رحمان گھر نہیں آئے ... پھر دوسرے دن جب گھر آئے تو ان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے...

''آؤ چلیں۔''

''جی کہاں۔''

''سیٹھ قاسم اوکلے کے ہاں۔''

''ان کا کیا بنا۔''

''وہیں چل کر سب کے سامنے بتائیں گے۔'' وہ مسکرائے۔

''آپ کچھ پراسرار سے نظر آرہے ہیں۔'' فرزانہ نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

''اور ہم پراسرار سے نظر کب نہیں آتے۔''

''ہاں! یہ تو ہے۔'' انہوں نے پھر مسکرا کر کہا۔

وہ مسکرا کر رہ گئے... سمجھ گئے کہ اب وہ کچھ نہیں بتائیں گے ... اور پھر وہ سیٹھ قاسم کے دروازے پر پہنچ گئے... دستک کے جواب میں راشد سعید کے ہم شکل نے دروازہ کھولا:

''اوہ آپ لوگ ہیں ... سیٹھ صاحب کی حالت اب کیسی ہے۔''

''یہی بتانے آئے ہیں ... لیکن اندر چل کر سب کے سامنے بتائیں گے۔''

''اچھی بات ہے... آپ لوگ ڈرائنگ روم میں بیٹھنا پسند کریں گے یا لان میں۔''

''میرا خیال ہے ... لان ٹھیک رہے گا۔''

وہ انہیں اندر لے آیا ... اور پھر لان میں بٹھا کر اندر چلا گیا... جلد ہی سب لوگ آگئے...ان سب کے چہروں پر بے چینی نظر آئی... سب سے زیادہ بے چینی سیٹھ صاحب کی بیگم کے چہرے پر تھی ... وہاں راشد سعید بھی تھا... انسپکٹر جمشید نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا ... پھر بولے:

''آپ اپنی والدہ اور بہن کو بھی بلا لائیں۔''

''جی ... ان کی کیا ضرورت ہے؟''

''بس آپ لے آئیں۔''

وہ گیا اور ان دونوں کو لے آیا... ان کے چہروں پر بھی پریشانی نظر آئی...

ایسے میں دروازے کی گھنٹی بجی:

''اب کون آ گیا؟'' بڑے بیٹے نے بڑا سا منہ بنایا۔

''جو بھی آیا ہے... اسے اندر لے آئیں۔'' انسپکٹر جمشید نے راشد سے کہا۔

''آپ تو اس طرح حکم دے رہے ہیں... جیسے یہ گھر ہمارا نہیں، آپ کا ہے۔'' بڑا بیٹا تلملا کر بولا۔

انسپکٹر جمشید نے کوئی جواب نہ دیا... راشد نے بڑے بیٹے کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو... ان کی ہدایت پر عمل کروں یا نہیں۔

''جاؤ بھئی... جاؤ۔'' اس نے ہاتھ نچایا۔

وہ چلا گیا... واپس لوٹا تو اس کے ساتھ سب انسپکٹر اکرام اور اس کے چند ماتحت تھے:

''یہ کون لوگ ہیں۔''

''محکمہ سراغرسانی کے لوگ ہیں۔''

''آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے... اور آپ نے بتایا نہیں کہ ہمارے

والد صاحب کا کیا حال ہے۔'' بڑا بیٹا بے تابانہ انداز میں بولا۔

''وہ فوت ہو گئے۔'' انہوں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''کیا!!!'' وہ سب چلا اٹھے۔

☆☆☆☆☆

چھان بین

"ہاں! ڈاکٹروں نے سرتوڑ کوشش کی ... لیکن وہ بچ نہیں سکے۔"

"اللہ! ہمارے پاپا چل بسے۔" بڑے بیٹے نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

سیٹھ صاحب کی بیگم پر غش کھا کر کرسی پر ہی ڈھیر ہو گئیں ... ان کی بیٹیوں نے زور زور سے رونا شروع کر دیا ...

"اور اس کا مطلب ہے... انہیں قتل کیا گیا ہے ... اور مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ قاتل آپ لوگوں میں سے بھی کوئی ہو سکتا ہے۔"

"یہ ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... ہم اور اپنے پیارے پاپا کو قتل کریں گے۔"

"میں نے کہا ہے ... یہ بھی ہو سکتا ہے... اب ہمارا کام ہے ... ان کے قاتل کو پکڑنا ... ابھی ان کا پوسٹ مارٹم ہونا ہے ... اس سے

معلوم ہو گا، انہیں کون سا زہر دیا گیا ہے ... پھر ہم معلوم کریں گے ... زہر کیسے حاصل کیا گیا... کہاں سے حاصل کیا گیا ... اور کس نے حاصل کیا ... بس جونہی ہم یہ معلوم کریں گے ... ہمارا ہاتھ قاتل کی گردن پر ہو گا۔"

"نن... نہیں۔" ان سب کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"اکرام ... تم ایک بار پھر ان سب کی انگلیوں کے نشانات لے لو ... راشد سعید ان کی والدہ اور بہن کے بھی۔"

"جی اچھا۔"

"یہ ... یہ سب یہاں کیا ہو رہا ہے..." بڑی بہن نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"وہی ہو رہا ہے ... جس کا پروگرام بنایا گیا تھا۔"

"کیا کہا آپ نے ... پروگرام بنایا گیا تھا۔" چھوٹا بیٹا بولا۔

"ہاں ... آپ لوگ اپنے اپنے نام بھی لکھوائیں ... تاکہ پتا چلے ... کون سے نشانات کس کے ہیں۔"

"لیکن آپ غلط رخ سے سوچ رہے ہیں... ہم میں سے کوئی بھی اپنے پاپا کا قاتل نہیں ہو سکتا۔"

"ہمیں تو ثبوت حاصل کرنا ہے... ثبوت حاصل کرنے کے بعد ہی

ہم کچھ بتا سکیں گے ... اتنا ہے کہ معاملہ پیچیدہ ہے ... مرحوم سیٹھ صاحب کاروبار کیا کرتے تھے۔'' انہوں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

'' پاپا کی بہت بڑی مل ہے کپڑے کی ... اتنی بڑی کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔''

اکرام نے ان سب کے نشانات لے لیے... ان کے آگے ان کے نام بھی لکھ دیے... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا:

'' اب ہم چلتے ہیں۔''

'' یہ کیا ... آپ جا رہے ہیں۔''

'' ہم اور کر بھی کیا سکتے ہیں ... لیکن ہم تفتیش کے سلسلے میں آتے جاتے رہیں گے ... آپ کے والد صاحب کا پوسٹ مارٹم کل ہوگا... آج شام کسی وقت آپ کو ان کا جسدِ خاکی مل جائے گا... ہم آپ کو فون پر بتا دیں گے۔''

اور وہ ان سے رخصت ہو کر باہر نکل آئے:

'' اب کہاں چلنا ہے۔'' خان رحمان بولے۔

'' اپنے گھر... اور اگر آپ بور ہو رہے ہیں تو آپ اپنے اپنے گھر جا سکتے ہیں۔''

'' یہ تم کیا کہہ رہے ہو... ہم کیوں جانے لگے اپنے گھر...''

'' اس کا بیٹھنا آسان نہیں۔''

'' کیا مطلب ...''

'' مطلب یہی کہ ... پہلے ہم اس کیس کو بالکل آسان خیال کر رہے تھے... لیکن یہ گرگٹ کی طرح قدم قدم پر رنگ بدل رہا ہے۔ سب سے پہلے راشد سعید والے معاملے ہی کو لے لو ... تم دونوں نے جن تین کو دیکھا ... کیا یہ وہی ہیں۔''

'' انگلیوں کے نشانات بتا ہی دیں گے ... کیونکہ انکل اکرام نے اس گھر سے بھی نشانات اٹھا لیے ہیں۔''

'' یہی تو مشکل ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

'' جی ... کیا مشکل ہے۔''

'' راشد سعید والے گھر سے انگلیوں کے نشانات نہیں ملے۔''

'' کیا مطلب ... یعنی جاتے ہوئے، وہ نشانات صاف کر گئے ہیں۔''

'' ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔''

'' لیکن ... راشد سعید کو تو ہم ساتھ ہی لائے تھے... وہاں سے نشانات کس نے مٹا دیے۔''

'' اس لیے ... جس نے اس سارے چکر کا منصوبہ بنایا ہے، یعنی

جب تم وہاں سے ان تینوں کو لے کر خان رحمان کے گھر کی طرف چل پڑے ...اس کے بعد اس کے کسی آدمی نے اندر آکر نشانات مٹا دیے...اسی کے ایک کارندے نے تم لوگوں کا تعاقب کیا اور یہ دیکھ لیا کہ تم نے ان تینوں کو کہاں پہنچایا ہے اور پھر وہ انہیں وہاں سے نکال لے گیا...''

''اس کا مطلب تو پھر یہ ہے کہ یہ مجرم کوئی عام مجرم نہیں ... خاص قسم کا ہے ... ذہن سے خوب کام لے رہا ہے اور ہمیں ناکوں چنے چبوا رہا ہے۔''

''ضرور یہی بات ہے۔''

''مجرم تک پہنچنے میں ہمیں دانتوں پسینہ آئے گا۔'' فرزانہ بڑبڑائی۔

''اور اب تک کی کوششوں کے بعد بھی ہم کوئی سراغ حاصل نہیں کر سکے۔''

''لیکن کیوں؟'' خان رحمان نے اچانک کہا۔

''یہ آپ لیکن کیوں کہاں سے اٹھا لائے۔'' فاروق بولا۔

''بھئی لیکن کیوں اٹھا لے آنے کی کیا بات ہے ... یہ تو جب جی چاہے، اٹھا کر لا سکتے ہیں۔'' وہ مسکرائے۔

''لیجیے! اب آپ بھی ہماری طرح باتیں کرنے لگے۔''

''تو اس میں کیا حرج ہے۔'' پروفیسر مسکرائے۔

''خیر ... پہلے تو آپ یہ بتائیں... لیکن کیوں، کیوں کہا۔''

''ہم زہر پر تو کام کر ہی سکتے ہیں... ڈاکٹر حضرات نے معلوم کر لیا گیا ہوگا کہ سیٹھ قاسم اوکلے کو کون سا زہر دیا گیا ...''

''وہ میں معلوم کر چکا ہوں ... جان بوجھ کر میں نے سیٹھ صاحب کے گھرانے کی موجودگی میں اس کا ذکر نہیں کیا تھا ... دراصل ہمارے ریگستانی علاقوں میں ایک سانپ ملتا ہے ... سپیرے اس کا زہر نکال کر ادویات بنانے والی کمپنیوں کو فروخت کر دیتے ہیں...اس سے دل کی ایک دوائی تیار ہوتی ہے... یہ زہر انہیں دیا گیا ہے... اس زہر کی علامات یہی ہیں کہ جس شخص کو دیا جاتا ہے... اس کا رنگ بالکل زرد ہو جاتا ہے... یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے بدن کا سارا خون نچوڑ لیا گیا ہے۔''

''تو کیا یہ بات معلوم ہونے کے بعد بھی ہم اپنے کیس کو آگے نہیں بڑھا سکتے؟'' خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

''کام تو خیر ہم شروع کر سکتے ہیں... اور یہ کام سیٹھ صاحب کے گھر سے شروع ہوگا ... لیکن ذرا سوچو... ابھی ان سے سوالات کرنا کس قدر مشکل ہے...'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''میرے خیال میں تو اپنے پاپا کی وفات کا سن کر انہیں کوئی خاص رنج نہیں ہوا...''

''ہوسکتا ہے ایسا نہ بھی ہو... اس کے باوجود محلے کے لوگ اور رشتے دار آخر وہاں تعزیت کے لیے آئیں گے... پھر جنازہ ہوگا... اس کے بعد ہی ہم اپنا کام شروع کرسکیں گے۔''

''چلیے خیر... سیٹھ صاحب کے گھر تو ہم دو دن بعد کام شروع کرلیں گے... لیکن اس وقت تک کیا کریں۔''

''فی الحال گھر چل کر کچھ مزے دار چیزوں سے پیٹ پوجا کرتے ہیں...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''یار جمشید... تم بہت ہی اچھے دوست ہو... میرے مطلب کی بات ضرور کرتے ہو۔'' پروفیسر داؤد خوش ہوکر بولے۔

''لگتا ہے... انکل کو بہت بھوک لگی ہے۔''

''لگتا ہے نہیں... واقعی لگی ہے۔''

''ویسے اس کیس میں جو سب سے عجیب بات ہے، وہ ہے راشد سعید کا معاملہ... اس وقت سیٹھ صاحب کے گھر میں جو تین افراد ہیں، کیا وہ وہی تینوں ہیں جنھیں ہم خان رحمان کے ہاں چھوڑ آئے تھے اور اگر یہ وہ نہیں ہیں تو پھر وہ تینوں کیا ان کے میک اپ میں

تھے... یا یہ تینوں ان تینوں کے میک اپ میں ہیں۔''

''اور اس وقت تک یہ بات سب سے عجیب ہے۔'' پروفیسر بولے۔

''تب پھر ہم اس پہلو پر کام کیوں نہیں کرتے۔'' خان نے جلدی سے کہا۔

''یہی تو الجھن ہے... کام کہاں سے شروع کریں۔''

''انہی تینوں سے۔''

''اس سلسلے میں ہمارے پاس سوائے سیٹھ قاسم اوکلے کے سوا اور کوئی جگہ نہیں... اس کیس میں ہمیں صرف اور صرف وہیں سے کام شروع کرنا ہوگا... اس لیے کہ اجمل برادرز میں سے کوئی موجود نہیں، راشد سعید کے بارے میں ہم نہیں جانتے... یہ وہی ہے... یا کوئی... اوہو... ہم... مگر نہیں۔'' انسپکٹر جمشید زور اچھلے... ان کے چہرے پر جوش طاری ہوگیا۔ پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بولے:

''آؤ چلیں۔''

انہوں نے گاڑی کا رخ دفتر کی طرف کر دیا:

''جمشید! جلدی بتاؤ... کیا بات سوجھی ہے اور ہم کہاں جا رہے ہیں۔'' خان رحمان نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

"ہم نے ان تینوں سے ملاقات کی تھی... یعنی کالو، استاد اور فوزی سے ... ان سے سوالات کے دوران انہوں نے ایک اہم بات بتائی تھی... بس ہم اس اہم بات کو نظر انداز کر گئے۔"

"اور... وہ کیا ابا جان۔" وہ پکار اٹھے۔

"انہوں نے بتایا ہے کہ یہ کئی بار سزا یافتہ ہیں ... عادی مجرم ہیں۔ انہیں بھی اجمل برادرز کے ذریعے ملازمت کے لیے بلایا گیا تھا ... لیکن یہ اجمل برادرز کا اشتہار دیکھ کر انٹرویو کے لیے نہیں گئے تھے، بلکہ کسی نامعلوم آدمی نے انہیں پیغام دیا تھا کہ اگر وہ اس کے ساتھ کام کرنا چاہتے ہیں تو اجمل برادرز کے پاس پہنچ جائیں ... وہ انہیں اس کا پتا بتا دیں گے ... اس طرح یہ تینوں کسی عمارت میں گئے تھے... وہاں باس خود تو سامنے نہیں آیا تھا... انہوں نے اس کی صرف آواز سنی تھی۔ یہاں سوال یہ ہے کہ اگر وہ ان سے براہ راست واقف تھا... تو پھر اجمل برادرز کے ذریعے اس عمارت میں کیوں بلوایا ... اب دوسرا سوال ... دوسرا سوال یہ کہ وہ ان سے واقف کس طرح ہے ... تیسری بات وہ عمارت کون سی ہے۔"

اور پھر وہ حوالات پہنچ گئے... انہوں نے ان تینوں کو ایک کمرے میں بلوا لیا۔ انہیں کرسیوں پر بٹھایا گیا۔ اس کے بعد ایک بار پھر

سوالات کا سلسلہ شروع ہوا:

"تم نے بتایا تھا کہ باس نے تم سے خود رابطہ کیا تھا... اس کا صاف مطلب ہے کہ وہ تمہیں اچھی طرح جانتا ہے ... تو کیا تم اندازہ نہیں لگا سکے کہ وہ کون ہوسکتا ہے۔"

"ہم نے اس پہلو پر بہت غور کیا تھا، لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔" استاد نے بتایا۔

"جب تم سے اس نے بات کی تھی ... یعنی اس مکان میں بلا کر ... دوسرے کمرے میں بیٹھ کر ... تو کیا اس کی آواز سن کر تمہیں محسوس نہیں ہوا کہ یہ آواز تم کہیں سن چکے ہو۔"

"اب آپ کی بات سن کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ آواز بدل کر بات کر رہا تھا۔"

"بدلی ہوئی آواز کیسی تھی۔"

"قدرے بھاری اور بیٹھی ہوئی سی لگتی تھی۔"

"اور اس گروہ میں شامل ہوئے تمہیں کتنا عرصہ ہوگیا ہے۔"

"جی ... صرف ایک سال۔"

"ایک سال پہلے تم کب گرفتار ہوئے تھے اور تمہیں کس نے گرفتار کیا تھا۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"ہم ایک سال سے صرف چھ ماہ پہلے گرفتار ہوئے تھے ... لیکن وہ چوری کا ایک معمولی واقعہ تھا ... اور اس سے پہلے کا ہمارا ریکارڈ پولیس کے پاس نہیں تھا نہیں، لہٰذا ہمارا یہ جھوٹ چل گیا تھا کہ ہم نے پہلی بار چوری کی ہے... اس طرح ہمیں صرف چھ ماہ کی سزا ہوئی تھی... اور جونہی ہم باہر نکلے، باس نے ہم سے رابطہ کرلیا۔ اس طرح ہم گروہ میں شامل ہو گئے۔"

"کیا تم گروہ کے دوسرے لوگوں سے واقف ہو؟"

"نہیں... باس سب کو الگ الگ رکھتا ہے... کسی کو کسی سے نہیں ملواتا... ہم تین تو اس لیے ساتھ ہیں کہ دوست ہیں اور اکٹھے کام کرنے کے شوقین ہیں۔"

"خوب! کس پولیس آفیسر نے گرفتار کیا تھا تمہیں۔"

"انسپکٹر بابر فیضان۔"

"اور جیل کے سپرنٹنڈنٹ کا نام کیا تھا۔"

"شہزاد پارس۔"

"جس مکان میں تم رہتے ہو، کیا وہ کرائے کا تھا۔"

"ہاں! اس نے ایسے کئی مکان شہر میں مختلف جگہوں پر کرائے پر لے رکھے ہیں... کرایہ وہ خود ادا کرتا ہے۔"

"اچھی بات ہے... راشد سعید کے بارے میں جب اس نے تمہیں ہدایات دیں، کیا اس سے پہلے تم اسے جانتے تھے؟"

"جی نہیں... باس کی ہدایت پر ہی ہم نے پارک میں اس سے ملاقات کی تھی۔"

انہوں نے ان تینوں کو حوالات بھجوایا... پھر اکرام سے بولے:

"معلوم کرو اکرام... انسپکٹر بابر فیضان اور سپرنٹنڈنٹ شہزاد پارس ان دنوں کہاں لگے ہوئے ہیں۔"

"جی اچھا!"

پندرہ منٹ بعد اکرام ان کے پاس آیا اور بولا:

"انسپکٹر بابر فیضان رسول آباد کے پولیس اسٹیشن پر لگے ہوئے ہیں اور شہزاد پارس صاحب ریٹائر ہو چکے ہیں... ان کا پتا ہے 40A قاضی ٹاؤن۔"

"آؤ بھی چلیں... پہلے انسپکٹر بابر فیضان سے مل لیتے ہیں۔"

وہ رسول آباد پولیس اسٹیشن پہنچے... بابر فیضان سے ان کی کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی... لیکن اس کے باوجود جب وہ اس کے سامنے آئے تو وہ انہیں دیکھ کر پریشان ہوگیا اور گھبرائی ہوئی آواز میں بولا:

"آپ... آپ انسپکٹر جمشید..."

"آپ نے ٹھیک پہچانا۔" وہ مسکرائے۔

"تشریف رکھیے ... کیسے آنا ہوا۔"

"ہم ایک کیس پر کام کر رہے ہیں ... اس سلسلے میں آپ سے کچھ معلومات درکار ہیں۔"

"میں حاضر ہوں... پوچھیے۔"

"آج سے تقریباً ایک سال پہلے آپ نے تین مجرموں کو گرفتار کیا تھا ... غالباً انہوں نے چوری کی تھی... انہیں چھ ماہ سزا ہوئی تھی... ان کے نام کالو، فوزی اور استاد ہیں ... آپ کو یاد ہے ان کے بارے میں۔"

"ہاں! مجھے یاد ہے..."

"کیا یہ تینوں پہلی بار پکڑے گئے تھے ... اور کیا وہ ان کی پہلی واردات تھی۔"

"ان کا بیان تو یہی تھا... اور وہ پکڑے بھی اس وقت پہلی بار ہی گئے تھے، لیکن لگا نہیں تھا... میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ کافی منجھے ہوئے مجرم ہیں۔"

"پھر آپ نے ان سے یہ بات اگلوانے کی کوشش کی تھی۔"

"ہاں! بہت ... لیکن تینوں بہت سخت ثابت ہوئے تھے... مان کر

نہیں دیئے کہ انہوں نے کوئی واردات اس سے پہلے بھی کی ہے۔"

"آپ اس وقت کون سے پولیس اسٹیشن پر تھے۔"

"پولیس اسٹیشن شاہ پور۔"

"شکریہ! ہمیں بس یہی معلومات درکار تھیں۔"

"لیکن کیوں؟"

"ہم نے ان تینوں کو گرفتار کیا ہے... ان کے بارے میں چھان بین کر رہے ہیں... کیونکہ وہ اس وقت ایک سنگین واردات میں ملوث پائے گئے ہیں۔ ہم نے سوچا، ان کے ماضی کے بارے میں بھی کچھ معلوم ہو جائے۔"

"اوہ! میں سمجھا۔"

اور وہ وہاں سے نکل آئے:

اب وہ شہزاد پارس کی رہائش گاہ پہنچے ... شہزاد پارس سے بھی اگرچہ ان کی کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی ... لیکن وہ انہیں اچھی طرح پہچانتے تھے ... لہذا آمنا سامنا ہوتے ہی انہوں نے کہا:

"آہا! یہ آپ ہیں... انسپکٹر جمشید صاحب ... اور یہ آپ کے بچے ہیں، تب یہ حضرات یقیناً خان رحمان اور پروفیسر داؤد ہیں ... ویسے مجھے ان دونوں پر بہت حیرت ہے... یہ اتنے بڑے کاروباری آدمی اور

یہ اتنے بڑے سائنس دان ... اور آپ لوگوں کے ساتھ ساتھ پھرتے ہیں ..."

"اصل میں ہم ان کے بغیر اور یہ ہمارے بغیر نہیں رہ سکتے اسی کا نام تو دوستی ہے۔"

"واقعی بھئی... دوستی ہو تو ایسی... اچھا خیر... آپ لوگوں کو اپنے ہاں دیکھ کر بہت حیرت ہو رہی ہے ... مجھ سے کیا کام آپڑا آپ کو ... کسی کام کے بغیر تو آپ آ نہیں سکتے۔"

"یہ بات تو آپ کی ٹھیک ہے... آپ کے دور میں تین چوروں کو سزا ہوئی تھی... ان کے نام فوزی، کالو اور استاد ہیں ... کیا آپ کے ذہن پر تینوں نام آتے ہیں ..."

وہ سوچ میں ڈوب گئے ... آخر انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا:

"جیل میں تو قیدی آتے جاتے رہتے ہیں ... خاص خاص قیدی تو ذہن میں ہیں... یہ نام یاد نہیں آرہے۔"

"لیکن اگر ہم انہیں آپ کے سامنے لائیں ... تو اس صورت میں تو وہ آپ کو یاد آجائیں گے۔"

"ہاں اس کا امکان ہے۔"

"ٹھیک ہے، انہیں یہیں بلا لیتے ہیں، صرف چند منٹ لگیں گے۔"

"کوئی بات نہیں ... اتنی دیر تک ہم چائے پی لیں گے۔"

"چلیے یونہی سہی۔"

انہوں نے اکرام کو ہدایات دیں... ابھی وہ چائے پی رہے تھے کہ اکرام ان تینوں کو لے آیا ... شہزاد پارس نے انہیں غور سے دیکھا اور بولے:

"نہیں ... یہ لوگ مجھے یاد نہیں... اصل میں ہم لوگوں کو خاص کیس کے سلسلے میں پکڑے گئے... یا خاص مجرم لوگ ہی یاد رہ جاتے ہیں۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں ... اب ہم اجازت چاہیں گے۔"

"لیکن آپ نے بتایا نہیں... کہ معاملہ کیا ہے۔"

"پہلے ذرا ہم اس کیس کو مکمل کرلیں... پھر آپ تفصیلات اخبارات میں پڑھ لیجیے گا۔"

"مطلب یہ کہ آپ کچھ بتانا نہیں چاہتے۔" وہ مسکرائے۔

"جی ہاں ایسی بات ہے۔"

اور پھر وہ ان سے رخصت ہو کر باہر نکل آئے اور سیدھے گھر پہنچے ... بیگم جمشید چھوٹتے ہی بولیں:

"تین بار کھانا گرم کر چکی ہوں۔"

"اوہ ... لیکن ہم نے بتایا تو نہیں تھا کہ ہم کھانے کے وقت پر

گھر آ رہے ہیں۔"

"نہیں! فون ہی تو نہیں کیا تھا۔"

"تب پھر آپ کو بار بار کھانا گرم کرنے کی کیا ضرورت تھی..."

"مجھے محسوس ہو رہا تھا... آپ آج کھانے کے وقت ضرور آئیں گے۔"

"تمہارے محسوسات بالکل ٹھیک ثابت ہوئے بیگم... لیکن ذرا دیر ہوگئی... خیر آج ہم پہلے کھانا کھائیں گے... پھر کوئی اور کام کریں گے... تم بھی کیا یاد رکھو گی۔"

"وہ تو میں ویسے بھی رکھتی ہوں۔" انہوں نے جلے کٹے انداز میں کہا اور وہ مسکرانے لگے۔ پھر وہ کھانے میں مشغول ہو گئے... ایسے میں دروازے پر دستک ہوئی۔

وہ چونک اٹھے... انداز اکرام کا نہیں تھا:

☆☆☆☆☆

ارے!

"یہ اس وقت کون آ گیا" فاروق بڑبڑایا۔

"جا کر کیوں نہیں دیکھتے۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"تو اس میں گھورنے کی بھی کیا ضرورت ہے۔"

"گھورنے کی بھی ایک ہی کہی... بھئی گھورا تو کسی بھی سلسلے میں جا سکتا ہے۔"

"حد ہوگئی۔" محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا اور دروازے کی طرف لپکا۔

"کون؟" اس نے پوچھا۔

"یہ میں ہوں... مسز سیٹھ قاسم۔"

"اوہ!" اس کے منہ سے نکلا... پھر اس نے دروازہ کھول دیا۔ باہر واقعی مسز سیٹھ قاسم کھڑی تھیں:

"آیئے!"

وہ اندر آگئی... اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے... محمود اسے صحن میں لے آیا... سب وہیں بیٹھے تھے:

انسپکٹر جمشید انہیں دیکھ کر احترام کے طور پر کھڑے ہوگئے:

''آیئے! تشریف رکھیے... آپ کچھ پریشان لگ رہی ہیں...'' انسپکٹر جمشید نے بغور اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''کچھ نہیں... بہت زیادہ۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے... اور آپ یہاں کیسے آگئیں... گھر میں تو تعزیت کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا ہوگا اس وقت۔''

''میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا... میری اولاد ایسی نکلے گی... باپ مرگیا ہے... ابھی اس کا کفن دفن نہیں ہوا ہے...اور وہ خوشیاں منا رہے ہیں۔''

''کیا کہا خوشیاں۔'' وہ دھک سے رہ گئے۔

''یہ کیسے ممکن ہے۔'' خان رحمان نے مارے حیرت کے کہا۔

''ممکن ہے، تب ہی تو بتا رہی ہوں... میں نے خود دیکھا ہے... وہ ذرا دیر کے لیے اچانک اٹھے تھے... اور ایک کمرے میں چلے گئے تھے... جب کہ باہر ہال میں تعزیت کے لیے آنے والے لوگ موجود تھے... ان سب کو چھوڑ کر ان سب کا اٹھ کر جانا مجھے عجیب سا لگا...

میں کمرے کے دروازے پر پہنچی... تو وہ بے تحاشہ ہنس رہے تھے ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے... کہہ رہے تھے... چلو قصہ پاک ہوا... بڈھے سے جان چھوٹ گئی... اب راوی ہمارے لیے عیش ہی عیش لکھتا ہے۔''

یہ سن کر میرے تو پیروں تلے سے زمین نکل گئی:

''اور آپ کی بیٹیاں... وہ کہاں تھیں۔''

''وہ انہیں بھی اشارے سے لے گئے تھے... وہ بھی ان کے ساتھ ہنسنے اور مبارک باد دینے میں شریک تھیں... اب جب کہ یہ بات سامنے آئی ہے کہ انہیں زہر دیا گیا ہے... تو میں یقین سے کہہ سکتی ہوں... یہ کام انہی کا ہے...'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہوگئی۔

''اُف مالک! آج کا انسان یہاں تک پہنچ گیا... بہت دکھ ہوا... لیکن آپ کو یہ خبر سنانے کے لیے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا... لوگ کیا کہیں گے، سیٹھ قاسم کی بیوہ کو عین وفات کے دن کہیں جانے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی...''

''میں کیا کرتی... یہ دیکھ کر میں دھک سے رہ گئی... اور بے خود ہوکر یہاں چلی آئی۔''

''لیکن آپ کو یہاں کا پتا کس نے بتایا۔''

ایک لمحے کے لیے اس نے ان کی طرف دیکھا... پھر بولی:

"ڈرائیور کو معلوم تھا۔"

"لیکن کیسے!" انسپکٹر جمشید نے جلدی سے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم ... میں یہاں آنے لگی تو میں نے ڈرائیور سے کہا، مجھے ذرا دیر کے لیے انسپکٹر جمشید کے ہاں جانا ہے ... کسی طرح ان کا پتا معلوم کرو ... اس نے فوراً کہہ دیا کہ مجھے معلوم ہے ... بس میں یہاں آگئی۔"

"اور وہ ڈرائیور باہر گاڑی میں موجود ہے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں جی... بالکل۔"

"محمود ... ذرا ڈرائیور کو بلا لاؤ۔"

"آخر کیوں... اس کی کیا ضرورت ہے۔" بیگم قاسم نے گھبرا کر کہا۔

"اور اس کو بلانے میں آخر حرج ہی کیا ہے۔" انہوں نے سرد آواز میں کہا۔

"اچھی بات ہے... مجھے جو کہنا تھا ... کہہ چکی ... اب میں چلتی ہوں ... آپ خود ہی آ کر ڈرائیور سے پوچھ لیں۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھی اور تیزی سے باہر نکل گئی... باہر واقعی ایک گاڑی کھڑی تھی... وہ بھی اس کے ساتھ باہر نکلے... اتنی دیر میں وہ گاڑی میں بیٹھ چکی تھی... انسپکٹر جمشید چکر کاٹ کر ڈرائیور کے نزدیک پہنچے، انہوں نے ایک نظر اس پر ڈالی اور بولے:

"آپ کو میرے گھر کا پتا کیسے معلوم ہے؟"

"مجھے ... ہاں... جی ڈرائیوروں کو عام طور پر ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔"

"اوہ اچھا... ٹھیک ہے۔"

وہ ایک طرف ہو گئے ... گاڑی آگے بڑھ گئی... انسپکٹر جمشید نے ان تینوں کی طرف دیکھا اور بولے:

"جلدی کرو... اس گاڑی کے تعاقب میں جاؤ ... وہ نکل نہ جائے۔"

ان کی گاڑی باہر کھڑی تھی... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ... گاڑی اسٹارٹ کی اور روانہ ہو گئے:

"یہ... یہ سب کیا تھا جمشید۔"

"میرا خیال ہے ... یہ عورت سیٹھ قاسم اوکلے کی بیوی نہیں تھی۔"

"کسی اور عورت کو ہمارے ہاں آ کر یہ باتیں بتانے کی کیا

ضرورت ہے۔"

"ہمیں یہ بتانا کہ اس کیس کے مجرم خود سیٹھ قاسم کے بچے ہیں۔"

"کیس ہر لمحے الجھتا جا رہا ہے..." پروفیسر داؤد بولے۔

"ہاں! اس میں شک نہیں ... لیکن... آج کسی وقت ان لوگوں کو لاش مل جائے گی ... میں نے بات کر لی ہے... اس طرح یہ لوگ آج ہی کفن دفن سے فارغ ہو جائیں گے ... ہم کل ان لوگوں سے سوالات کر سکیں گے اور اگر واقعی سیٹھ قاسم کی اولاد... ان کے مرنے پر بہت خوش ہے تو پھر ہمیں سوالات کرنے میں ہچکچاہٹ کیوں ہو۔"

"اب دیکھیں ... محمود، فاروق اور فرزانہ آ کر کیا خبر سناتے ہیں۔"

"اگر یہ عورت واقعی سیٹھ قاسم کی بیوی تھی ... تب وہ آ کر یہی بتائیں گے ... کہ وہ وہاں پہنچ گئی... اور اگر یہ عورت کوئی اور تھی ... اس صورت میں ہم اس کیس میں ایک عدد کامیابی حاصل کر لیں گے ... کیونکہ اس عورت کے ذریعے کیس آگے بڑھے گا۔"

"انشاء اللہ!" خان رحمان اور پروفیسر داؤد ایک ساتھ بولے۔

پھر ایک گھنٹہ گزر گیا ... محمود، فاروق اور فرزانہ کی واپسی نہ ہوئی... اب تو وہ پریشان ہو گئے ... انہوں نے موبائل پر محمود کے نمبر

ملائے ... پھر فاروق اور فرزانہ کے نمبر ملائے... لیکن تینوں کے موبائل بند تھے ... اب تو وہ پریشان ہو گئے ...

"یہ ... یہ کیا ہوا ... آؤ بھئی ... اب ہم رک نہیں سکتے ... ہمیں سیٹھ قاسم کے ہاں جا کر معلوم کرنا ہوگا ... ان کی بیوی ہم سے ملنے آئی تھی یا نہیں۔"

"اوہ ہاں! لیکن جمشید! میں ان تینوں کے لیے پریشانی محسوس کر رہا ہوں۔" خان رحمان بولے۔

"اور جمشید! میرا تو مارے بے چینی کے برا حال ہے... وہ تو تعاقب کرنے کے لیے گئے تھے ... پھر وہ کہاں رہ گئے۔"

"اللہ مالک ہے ... پریشان نہ ہوں... اس میں کوئی شک نہیں کہ انہیں کوئی معاملہ پیش آ گیا ہے ... ورنہ ان کے موبائل آن ہوتے ... لیکن ایسا نہیں ہے۔"

اور پھر وہ سیٹھ قاسم اوکلے کے دروازے پر پہنچ گئے... کوٹھی کا گیٹ کھلا تھا اور لوگ آ جا رہے تھے... ملازم دروازے کے ساتھ بیٹھا تھا:

"ہمیں سیٹھ صاحب کی بیوی سے ملنا ہے، انہیں بتائیں... انسپکٹر جمشید ملاقات کے لیے آئے ہیں۔"

"جی اچھا۔"

"وہ گھر میں ہی ہیں نا۔"

"جی ہاں بالکل ... ایسے میں وہ کہاں جا سکتی ہیں بھلا۔"

"کچھ دیر پہلے وہ کہیں گئی تھیں۔"

"جی ... بالکل نہیں۔" اس نے زوردار انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے... آپ انہیں پیغام دیں۔"

وہ اندر چلا گیا... پھر انہیں اپنے ساتھ اندر لے گیا... اور ایک کمرے کے دروازے پر رک کر اشارہ کیا:

"وہ اس کمرے میں ہیں ... آپ باہر رہ کر ان سے بات کریں ... کیونکہ اب وہ ایک بیوہ ہیں۔"

"اچھی بات ہے ... آپ جائیں ..."

ملازم چلا گیا... تب انہوں نے کہا:

"آپ ایک گھنٹا پہلے میرے پاس میرے گھر آئی تھیں... اپنی گاڑی پر بیٹھ کر۔"

"جی ... کیا کہا آپ نے ... میں اور آپ کے پاس ... یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔"

"اور آپ نے مجھے بتایا تھا کہ آپ اپنے بیٹوں کی حالت بیان

کرنے آئی ہیں کہ وہ ایک کمرے میں جمع ہوئے تھے اور خوب ہنس رہے تھے اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ چلو جان چھوٹی اس بڈھے سے۔"

"توبہ توبہ! آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں... میں کیوں آپ کے پاس آتی اور میرے بچے ایسے ہرگز نہیں... انہیں تو اپنے والد سے بہت محبت تھی... آپ جا کر ان کی حالت دیکھ لیں... رو رو کر ان کی تو آنکھیں سرخ ہوگئی ہیں۔"

"ہم تو خود حیران تھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ... اب سوال یہ ہے کہ وہ عورت کون تھی۔"

"وہ...وہ ضرور ان لوگوں کی ساتھی ہوگی ... جنھوں نے سیٹھ صاحب کو زہر دیا ہے۔"

"اوہ ہاں! ضرور یہی بات ہے ... خیر ہم چلتے ہیں... ۔"

"اچھی بات ہے۔"

وہ وہاں سے باغ میں آئے... سیٹھ قاسم کے تینوں بیٹے وہاں موجود تھے ... انہیں دیکھ کر وہ خود ہی ان کی طرف آگئے:

"خیر تو ہے ... آپ پھر آگئے۔" بڑا بیٹا بولا۔

"جی ہاں! آنا تو ہمیں کل تھا... لیکن ایک ضرورت کے تحت آنا

پڑ گیا... آپ کی امی بتا دیں گی کہ ہم کیوں آئے تھے... آپ کو بتایا تھا کہ تھوڑی دیر تک لاش یہاں پہنچا دی جائے گی... پوسٹ مارٹم کرنے والوں نے ہی انہیں غسل دلوا کر کفن دے دیا ہے... لہٰذا آپ لوگوں کو نہ تو غسل دلوانے کی ضرورت نہ کفن پہنانے کی..."

"اوہو اچھا..."

"ہاں! پوسٹ مارٹم کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے... نہ جانے کہاں کہاں سے چیر پھاڑ کرنا پڑتی ہے... لہٰذا عام لوگوں کو لاش غسل کے لیے نہیں دی جاتی۔"

"آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

انہوں نے دیکھا... ان کی آنکھیں واقعی سرخ ہو رہی تھیں... اور کسی طرف سے بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ باپ کے مرنے پر بہت خوش ہیں... لہٰذا وہ وہاں سے نکل آئے۔

ایک بار پھر انہوں نے محمود، فاروق اور فرزانہ کے نمبر ملانے کی کوشش کی... لیکن تینوں کے فون بند ملے:

"اب کیا کریں... ارے ہاں... ایک منٹ۔"

اب انہوں نے خفیہ فورس کے انچارج کو فون کیا:

"ہاں نمبر ایک... کیا خبریں ہیں۔"

"کوئی خبر نہیں ہے سر... ان لوگوں نے کہیں آنے جانے کی کوشش نہیں کی۔"

"اوہ اچھا... ان کی نگرانی بدستور جاری رہے گی... دوسری بات محمود، فاروق اور فرزانہ سرکلر روڈ پر ایک عورت کے تعاقب میں نکلے تھے... وہ سرخ کار میں سوار تھی... کار ڈرائیور چلا رہا تھا... لیکن ڈیڑھ گھنٹہ ہوگیا... ان لوگوں کا کوئی پتا نہیں۔"

"اوہ... اچھا سر! ہم ابھی تلاش میں نکلتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

اب انہوں نے ان دونوں کی طرف دیکھا اور بولے:

"ابھی تک یہ بات واضح نہیں ہو سکی کہ چکر ہے کیا... کیوں چلایا جا رہا ہے... چکر چلانے والے لوگ کیا چاہتے ہیں... پارک میں ملنے والا نوجوان راشد سعید تھا تو سیٹھ قاسم کے گھر میں بالکل اسی صورت کا شخص کیوں موجود تھا... وہ بھی اپنا نام راشد سعید بتاتا ہے... یہ سب باتیں چکرائے دے رہی ہیں... پھر سیٹھ صاحب کو زہر دینے کا واقعہ بھی انوکھا واقعہ ہے... اس وقت گھر میں صرف ان کے بچے تھے... ان کی بیوی تھی... یا پھر راشد سعید، اس کی والدہ اور بہن... ان کے علاوہ دوسرا گھریلو ملازم... بس ان لوگوں کے سوا گھر میں کوئی نہیں تھا... اب

ظاہر ہے ... زہر تو ان ہی میں سے کسی نے دیا ہے ... اور چونکہ راشد سعید ... سے مجھے پھر ملنا پڑے گا ... آؤ۔"

عین اسی لمحے ان کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی:

☆☆☆☆☆

وہی

سرخ کار کا تعاقب کرتے ہوئے وہ بھری پری سڑک سے سنسان سڑک پر نکل آئے تھے... اس وقت گاڑی محمود چلا رہا تھا اور اس کی پوری کوشش تھی کہ سرخ کار کو جا لیں ...

"لگتا ہے... آج تم اس کار کو نہیں پکڑ سکو گے۔" فاروق نے چڑانے والے انداز میں کہا۔

"محمود بالکل ٹھیک کار چلا رہا ہے... سرخ کار کا ڈرائیور بھی کوئی عام ڈرائیور نہیں ہے ... اس کی مہارت دیکھ کر حیرت ہو رہی ہے۔" فرزانہ جھلا کر بولی۔

"اچھا تو تم حیران ہوتی رہو، رونا کس نے ہے ... میں تو اس لیے پریشان ہوں کہ بڑی مشکل سے اس کیس میں کامیابی کی کوئی صورت نظر آئی... کہیں ہم اسے بھی ضائع نہ کر دیں... اگر سرخ کار نکل جانے میں کامیاب ہوگئی تو ہم ایک بار پھر لکیر پیٹتے رہ جائیں

گے۔'' فاروق نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

''کیوں! ہم کوئی لکیر کے فقیر ہیں۔'' محمود تنک کر بولا۔

''حد ہوگئی ... بھائی تم توجہ ڈرائیونگ پر رکھو... تمہارے حصے کے جملے فرزانہ بول لے گی۔'' فاروق نے گھبرا کر کہا۔

''تو تم تھوڑی دیر خاموش رہ لو ... اور کچھ نہیں تو منہ میں گھنگھنیاں ڈال لو۔'' محمود نے بھنا کر کہا۔

''اب میں یہاں گھنگھنیاں کہاں سے لاؤں... کسی اور چیز کے نام کا انتخاب نہیں کر سکتے تھے۔'' فاروق بولا۔

''فرزانہ! اسے تم سنبھالو... تاکہ میری توجہ تعاقب کی طرف رہے ... ابھی تک درمیانی فاصلہ کم نہیں ہو سکا۔''

''دیکھو فاروق ... عقل کے ناخن لو ... یہ وقت جلی کٹی باتوں کا نہیں۔'' فرزانہ اس کی طرف مڑی۔ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔

تو پھر یہ وقت باغ و بہار باتوں کا ہے؟'' فاروق بھی کاٹ کھانے والے انداز میں بولا۔

''اگر ہم آپس میں اسی طرح لڑتے رہے تو بس ہو چکا تعاقب۔'' محمود نے جھلا کر کہا۔

''لو... بھلا اس سے تعاقب کی صحت پر کیا اثر پڑ رہا ہے ... گاڑی

تم ہاتھوں سے چلا رہے ہو ... اور لڑ ہم دونوں رہے ہیں...''

''اچھا بھائی لڑ لو... میرا کیا جاتا ہے ...''

''ویسے محمود! اگر آج تم اس گاڑی کو نہ پکڑ سکے ... تو ابا جان اور دونوں انکل خوب مذاق اڑائیں گے۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''بڑی پارٹی تو مذاق اڑائے گی یا نہیں... چھوٹی پارٹی پہلے ہی مذاق اڑانے پر تل گئی ہے۔''

''اور درمیانی فاصلہ برقرار ہے۔''

''کہہ تو رہا ہوں... بڑی پارٹی مذاق نہیں اڑائے گی۔''

''ٹھیک ہے... اب ہم دونوں چپ ہو جاتے ہیں ... لو تم اس کے مقابلے میں کامیاب ہو کر دکھاؤ۔''

''انشاء اللہ! بس تم بولو گے نہیں۔'' محمود نے خوش ہو کر کہا۔

''ٹھیک ہے... بس اتنا کہہ دینا چاہتا ہوں کہ یہ تعاقب ہمیں شہر سے باہر لے آیا ہے...''

''یہ اور اچھا ہے... اب تعاقب اور آسانی سے ہو سکے گا۔''

''ارے ... ہمارا مقصد صرف تعاقب کرنا نہیں ہے... انہیں پکڑنا ہے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''یہ تم چپ ہوئے ہو۔'' محمود تلملا اٹھا۔

''یہ لو... میں نے ہونٹ سی لیے ہیں... تم بھی سی لو۔''

''وہ... وہ... سس...'' فرزانہ ہکلائی۔

''وہ... وہ... سس کیا۔''

''م... میرا مطلب ہے... سوئی نہیں ہے۔''

''حد ہوگئی... بلکہ وحشت تیرے کی۔'' محمود نے جھلا کر کہا... لیکن عقل مندی اس نے یہ کی کہ اسٹیرنگ سے ہاتھ نہیں اٹھایا ران پر مارنے کے لیے۔

اور پھر وہ دونوں واقعی خاموش ہوگئے... صرف ایک منٹ بعد ہی درمیانی فاصلہ کم ہونے لگا... دونوں نے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا... فاصلہ اب لمحہ بہ لمحہ کم ہو رہا تھا اور محمود کے چہرے پر جوش بڑھتا جا رہا تھا... فاروق نے ایسے میں کہنا چاہا:

''واقعی یار... خاموش ہوتے ہی درمیانی فاصلہ کم ہونے لگا...''

لیکن وہ خاموش ہی رہا... اسے بے چینی محسوس ہونے لگی کہ کہیں بولنے سے درمیانی فاصلہ دوبارہ نہ بڑھ جائے... لہٰذا اس نے یہ بات بعد کے لیے محفوظ کر لی... اور پھر یک دم زن کر کے محمود سرخ کار سے آگے نکل گیا:

''زبردست!'' اس کے منہ سے نکلا۔

اب محمود کار کو سڑک کے درمیان لے آیا اور رفتار کم کرنے لگا... مجبوراً سرخ کار کو بھی رفتار کم کرنا پڑی... اور آخر کار دونوں کاریں رک گئیں... یہاں سڑک بہت کم چوڑی تھی... اور پیچھے والی کار اس وقت تک آگے نہیں جا سکتی تھی جب تک کہ اگلی کار ایک طرف ہو کر راستہ نہ دے دے... اس دوران سرخ کار سے برابر ہارن دیئے جاتے رہے تھے... لیکن محمود ٹس سے مس نہیں ہوا تھا... کار روکتے ہی محمود، فاروق اور فرزانہ نیچے اتر آئے اور سرخ کار کی طرف بڑھے... اور پھر اچانک ان پر سڑک کے دونوں طرف سے پتھروں کی بارش شروع ہوگئی... ایسی بارش کی امید انہیں ایک فیصد بھی نہیں تھی... لہٰذا وہ گرتے چلے گئے... اسی وقت کسی نے کہا:

''ان کی جیبوں سے تمام چیزیں نکال لو... انہیں رسیوں سے جکڑ دو اور ان کے موبائل آف کر دو... بڑے سورما بنے پھرتے ہیں۔''

ان کی آنکھیں کھلیں تو انہوں نے خود کو ایک کمرے میں بند پایا... کمرے کی دیواریں کافی اونچی تھیں... فرش پر کوئی چیز نہیں تھی... اور وہ بری طرح بندھے پڑے تھے... البتہ اُن کے منہ کھلے تھے... یعنی منہ نہیں باندھے گئے تھے... ان کے سر بری طرح دکھ رہے تھے... اور گلے کے پاس انہیں خون کی چپ چپاہٹ بھی محسوس ہو رہی تھی... ظاہر

ہے، ان کے سروں پر چوٹیں لگی تھیں:

'' ہوش میں آنا مبارک ہو۔'' محمود کی اداس آواز گونجی۔

'' لیکن بھئی ... تمہاری آواز بھیک کیوں مانگ رہی ہے۔''

'' اوہو اچھا... لیکن تمہاری آواز بھی تو کسی گہرے کنویں سے آتی محسوس ہو رہی ہے۔''

'' اب آواز کے پیچھے پڑ گئے۔'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

'' تم خود سوچو فرزانہ...ان حالات میں اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔''

'' وہی ... '' فرزانہ بولی۔

'' اوہ اچھا ... وہی۔''

وہ حرکت میں آ گئے ... فاروق سرک سرک کر محمود کے دائیں جوتے کی طرف اپنے بندھے ہوئے ہاتھ لے آیا اور اسی حالت میں جوتے کی ایڑی پر زور لگانے لگا... ایسے موقعے ان کی زندگیوں میں اکثر آتے رہتے تھے...اس لیے وہ اس کام کے ماہر تھے... اس طرح جلد ہی محمود کے جوتے کی ایڑی سرک گئی اور اس میں سے چاقو نکل کر فرش پر آ رہا ...اب فاروق نے اسے دانتوں سے پکڑ لیا ... دوسری طرف محمود اپنا منہ چاقو تک لے آیا اور اس نے دانت اس کے دستے پر جما دیے۔

اس طرح دونوں نے زور لگایا تو چاقو کھل گیا ...اب فاروق نے چاقو دانتوں میں پکڑے پکڑے اس کا پھل محمود کے ہاتھوں پر بندھی رسی پر چلانا شروع کیا ...اس کام میں اسے پندرہ منٹ لگ گئے... اگرچہ پہلے اتنا وقت نہیں لگتا تھا ... لیکن اس وقت سر پر لگی چوٹ کی وجہ سے وہ یہ کام اچھی طرح نہیں کر پا رہا تھا... آخر خدا خدا کر کے رسی کٹ گئی... محمود دونوں ہاتھوں کو حرکت دینے لگا ... اس طرح رسی کے بل کھلتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اس کے ہاتھ آزاد ہو گئے... اس نے چاقو سے فاروق اور فرزانہ کی رسی کاٹ دی... اس طرح وہ ہاتھ پیر تو کھولنے میں کامیاب ہو گئے... اب مسئلہ تھا بند کمرے سے نکلنے کا ... انہوں نے دیکھا ... کمرے میں ایک روشن دان تھا لیکن بہت اونچائی پر تھا...وہ ایک دوسرے پر چڑھ کر بھی روشن دان تک نہیں پہنچ سکتے تھے... لیکن محمود کا چاقو آخر ان کے پاس تھا... اس کی مدد سے وہ دروازے کی لکڑی کاٹنے لگا... لکڑی میں سوراخ ہوتا چلا گیا... آخر ہاتھ باہر نکالنے کی جگہ بن گئی...

لیکن باہر تالا لگا ہوا تھا... لہذا انہیں چاقو سے لکڑی کاٹنے والا کام جاری رکھنا پڑا... آخرکار وہ دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے... پھر جونہی وہ باہر نکلے ... کئی آدمیوں کے چلنے کی آوازیں سنائی دیں...

انہوں نے دیکھا چھ آدمی ان کے سامنے کھڑے تھے... ان کے ہاتھوں میں پستول تھے اور وہ بے تحاشہ ہنس رہے تھے... ان کی انگلیاں ٹریگروں پر تھیں... گویا وہ فائر کرنے کے لیے بالکل تیار تھے۔

تینوں منہ سے کچھ نہ بولے... بس انہیں گھورتے رہے:

''پروگرام کیسا رہا بچو!''

''ہمیں تفصیل معلوم نہیں... لہٰذا کیا کہہ سکتے ہیں۔''

''تم لوگوں کو یہاں تک لانے کا۔''

''تو کیا... تمہارا پروگرام یہی تھا کہ ہمیں یہاں لے آؤ۔''

''نہیں... یہ پروگرام تو تمہارے تعاقب کرنے کے بعد بنا... ورنہ پہلے تو پروگرام وہیں تک تھا کہ تم لوگوں کو بتا دیا جائے... سیٹھ قاسم اوکلے کے بچے خوشیاں منا رہے ہیں اور بس... لیکن انسپکٹر جمشید نے ... یہ پوچھ کر کام خراب کر دیا کہ ان کا پتا مسز قاسم کو کیسے ملا... اس نے ڈرائیور کا نام لے دیا اور پھر وہاں سے نکلنے کی کی... لیکن انہوں نے تم تینوں کو تعاقب میں بھیج دیا... اب ہم نے باس سے رابطہ کیا اور نئی صورت حال انہیں بتائی... انہوں نے کہا کہ ان تینوں کو کار کے پیچھے لگا کر ادھر لے آؤ... یہاں باس کا ٹھکانہ موجود ہے... لہٰذا تم لوگوں کو ہم خود یہاں تک لائے ہیں... سرخ کار کی رفتار یہاں پہنچے

سے کچھ دیر پہلے ہم نے خود کم کی تھی... یہ بات نہیں کہ تم کار آگے نکالنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔''

''خیر... مان لیا... سارا کام تمہارے پروگرام کے مطابق ہو گیا ہے ...اب باس کا کیا پروگرام ہے۔''

''ظاہر ہے... اب تم لوگوں کو چھوڑا نہیں جا سکتا... کیونکہ اس طرح باس کا منصوبہ مکمل نہیں ہو سکے گا۔''

''اور باس کا منصوبہ ہے کیا۔''

''یہ باس جانتے ہیں... ہم نہیں... ہم تو صرف حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔''

''اور تمہارے باس کا نام کیا ہے؟''

''ہمارے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں۔''

''خوب! خوب... اب تم اپنے باس کے حکم پر عمل کرو۔''

''ہم یہاں ایسا نہیں کریں گے... اس طرح تمہاری لاشوں کو اٹھا کر باہر لے جانا پڑے گا... اور اس سارے صحن کو بھی دھونا پڑے گا۔ تم جیسے فضول لوگوں کے لیے ہم اتنی زحمت کیوں کریں... لہٰذا تم ہمارے آگے آگے چلو۔''

''چلو بھئی... ان کے آگے آگے۔'' محمود بولا۔

وہ قدم اٹھانے لگے... سر پھٹے جا رہے تھے ... زخموں پر پٹیاں بھی تو نہیں باندھی گئی تھیں... اور پھر اس مکان سے باہر نکل آئے... دو آگے آگے چلتے رہے... وہ چھ کے چھ ان کے پیچھے قدم اٹھا رہے تھے... درمیانی فاصلہ زیادہ نہیں تھا اور یہ بات ان کے حق میں تھی... پھر جونہی وہ درختوں کے ایک جھنڈ کے درمیان پہنچے ، ان میں سے ایک نے کہا:

"بس یہی جگہ مناسب ہے... یہاں سے ان کی لاشیں بھی نہیں اٹھانی پڑیں گی ... گدھ کھا جائیں گے آکر ... تم لوگ اپنے منہ ہماری طرف کر سکتے ہو ... تاکہ موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

انہوں نے منہ ان کی طرف کر لیے... دل میں اللہ کو یاد کیا اور تیار ہو گئے... ادھر انہوں نے ٹریگروں پر دباؤ ڈالنا شروع کیا اور ادھر انہوں نے لوٹ لگائی ... گولیاں ان کے سر پر سے گزر گئیں... وہ بلا کی تیزی سے لڑھکتے ہوئے ان میں سے تین سے جا ٹکرائے... وہ لوگ اس غیر متوقع حملے کیلئے تیار نہیں تھے... انہیں اس بات کی امید ہو بھی کیسے سکتی تھی کہ وہ الٹا ان کی طرف آئیں گے... لہذا وہ دھڑام سے گرے... جب تک ان کے تینوں ساتھی سنبھلتے... وہ ان گرنے والے تینوں کے پستول اٹھا چکے تھے... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... پستولوں

کے رخ ان کے ہاتھوں کی طرف کر کے فائر جھونک مارے ... ان کے پستول ہاتھوں سے نکل گئے اور خون بہتا نظر آیا:

"بس دوستو... ہاتھ اوپر اٹھا دو ... ورنہ بھون دیں گے اور ہمیں بھی تمہاری لاشیں نہیں اٹھانی پڑیں گے ... گدھ یہ کام کر لیں گے۔" محمود نے سرد آواز میں کہا۔

ان کے چہروں پر خوف سے زیادہ حیرت تھی... شاید وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے... انہوں نے انہیں ایک لائن میں کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ وہ فوراً ایک لائن میں کھڑے ہو گئے...

"فاروق ان کی جیبوں سے اپنے موبائل نکال لو۔"

فاروق ان کی کمر کی طرف گیا ... اور پیچھے سے جیبوں میں ہاتھ ڈال کر موبائل نکال لیے... بلکہ اپنے موبائلوں کے ساتھ ان کے بھی نکال لیے ...

"یہ دو موبائلوں کے بدلے میں موبائل نکال لیے ہیں ہم نے... اس سے ثابت ہوا جیسا کرو گے ... ویسا بھرو گے۔" فاروق کی شوخ آواز گونجی۔

اب اس نے اپنے والد کے نمبر ملائے... اس کی آواز سنتے ہی انسپکٹر جمشید مارے خوشی کے چلا اٹھے:

"کہاں ہو بھئی تم۔"

فاروق نے جگہ بتا دی... سڑک کا تو انہیں پتا تھا... کیونکہ تعاقب کرتے ہوئے وہاں تک آئے تھے... جہاں سرخ کار رکی تھی... اسی جگہ سے نیچے اتر کر جنگل میں وہ عمارت تھی... پھر یہ کہ ان میں سے ایک سڑک کے کنارے پہنچ سکتا تھا... لہٰذا صورت حال سمجھا کر اس نے فون بند کر دیا:

" تمہاری مہمان نوازی کے لیے ہمارے ساتھی روانہ ہو رہے ہیں ... ایک گھنٹے سے پہلے یہاں ہوں گے انشاء اللہ! اس وقت تک ذرا ہم تمہاری کچھ خدمت کرنا چاہتے ہیں... کیونکہ تم نے ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا تھا... اب بدلے میں ہمیں بھی تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے۔" یہ کہتے ہی فاروق نے ایک پتھر اٹھا لیا:

" تم دونوں انہیں اپنی زد میں لیے رہنا... اگر یہ ادھر ادھر ہونے کی کوشش کریں... تو ٹانگوں پر گولیاں ضرور مار دینا۔"

" فکر نہ کرو... لیکن شرط یہ ہے کہ تمہارا نشانہ خطا نہ جائے۔"

" نہیں جائے گا۔"

اور پھر فاروق نے پتھر اچھال دیا... ان کے منہ سے چیخیں نکل گئیں... پتھر تیر کی طرح ان میں سے ایک کے سر کی طرف گیا... ادھر

اسے گولی کا خوف تھا... لہٰذا سر کو ادھر ادھر بھی نہیں کر سکتا تھا... نتیجہ یہ کہ پتھر ٹھک کی آواز کے ساتھ اس کے سر پر لگا۔

اس کے منہ سے نکلنے والی چیخ دل دوز تھی... ساتھ ہی وہ گرا اور ساکت ہو گیا... باقی پانچ کے رنگ اڑ گئے:

" بہت خوب فاروق... اب میری باری ہے... ایک پتھر میں بھی آزماؤں گا... اس لیے کہ انہوں نے میرے سر کو بھی زخمی کیا ہے۔"

" کیوں نہیں بھئی کیوں نہیں۔"

"نن نہیں... نہیں۔" پانچوں چلائے۔

" لیکن کیوں نہیں... سوال تو یہ ہے... کیا تم نے ہمارے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا تھا... کیا ہم انسان نہیں ہیں..."

" ہمیں معاف کر دو۔" ان میں سے ایک چلایا۔

" معاف کر سکتے ہیں... یعنی سروں پر پتھر مارنے کی حد تک... لیکن پہلے تمہیں باس کا نام بتانا ہوگا۔"

"ہمیں نہیں معلوم... کسی کو بھی نہیں معلوم... باس نے خود کو سات پردوں میں چھپا رکھا ہے۔"

" چلو خیر... اتنا بتا دو... باس کا منصوبہ کیا ہے۔"

"کسی کو نہیں معلوم... معلوم ہے تو بس اتنا کہ ہے یہ ایک بہت

بڑا منصوبہ ہے۔''

'' تم اس گروہ میں کس طرح شامل ہوئے۔''

'' ہم ... ہمیں باس کی طرف سے پیغام ملا تھا ... کہ اس کے لیے کام کرو ... فائدے میں رہو گے۔''

'' ہوں ... دیکھ لیا پھر فائدہ ... ابھی اور دیکھو گے، چونکہ تم نے باس کا نام نہیں بتایا ... اس لیے یہ پتھر وصول کرلو۔''

اور محمود نے پتھر اچھال دیا ... اس کے منہ سے بھی بھیانک چیخ نکل گئی اور وہ تیورا کر گرا:

'' اب رہ گئی میں ... میں اپنے اوپر ہونے والے ظلم کو معاف کرتی ہوں ... کیونکہ معاف کر دینا افضل ہے۔''

'' کیا کہہ رہی ہو فرزانہ ... تم ان سنگدلوں کو معاف کر رہی ہو ... جو کسی پر رحم کرنا نہیں جانتے۔''

'' بس ... میرا جی نہیں چاہتا ... ان کا بھیجا نکالوں، بے چارے بغیر بھیجے کے ہوں جائیں گے۔''

عین اس لمحے ... چاروں طرف فائرنگ کی آواز گونج اٹھی:

☆☆☆☆☆

کھیل ختم

فاروق کا فون سن کر انسپکٹر جمشید کے چہرے پر رونق آ گئی تھی ... پھر انہوں نے فوری طور پر خفیہ فورس اور اکرام کو ہدایات دیں ... اور خود خان رحمان اور پروفیسر داؤد کے ساتھ سیٹھ قاسم اوکلے کے گھر جا پہنچے۔

معلوم ہوا، وہاں لاش پہنچ چکی ہے اور جنازہ لے جانے کی تیاری ہو رہی ہے ... ملازم پر نظر پڑتے ہی انہوں نے اسے مخاطب کیا اور بولے:

'' راشد سعید کے بارے میں بتا سکتے ہیں ... وہ کہاں ہوں گے اس وقت۔''

'' وہ ابھی ابھی اپنے کوارٹر کی طرف گیا ہے ... آپ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے جائیں ... پچھلی طرف کوارٹر نظر آئیں گے ... بس بائیں ہاتھ کا پہلا کوارٹر اسی کا ہے۔''

'' شکریہ!'' انہوں نے کہا اور آگے بڑھ گئے۔

جلد ہی وہ کوارٹر کے دروازے پر پہنچ گئے۔

وہ دبے پاؤں چلتے ہوئے وہاں تک آئے تھے... تاکہ اسے ان کے آنے کی خبر نہ ہو... راشد سعید اندر کہہ رہا تھا:

''بس! یہاں ہمارا کام ختم ہوگیا... ہمیں ابھی اور اسی وقت پچھلے دروازے سے نکلنا ہے... ٹیکسی تیار کھڑی ہے... سامان شامان یہیں چھوڑ دو... اب اسے سمیٹنے کا وقت نہیں رہا... ایسا نہ ہو وہ آجائے۔''

''وہ... کون وہ؟'' اس کی بہن کی آواز سنائی دی۔

''انسپکٹر جمشید... جس شخص کو ہم نے خود ہی اس معاملے میں شامل کیا تھا... اب وہی ہمارے لیے خطرہ بن گیا ہے... لہٰذا باس نے ہدایت دی ہے کہ ہم یہاں سے غائب ہو جائیں۔''

''چلیں پھر۔'' بہن کی آواز سنائی دی۔

چند منٹ بعد ہی وہ باہر نکلے اور پھر دھک سے رہ گئے۔

انسپکٹر جمشید پستول تانے ان کے سامنے کھڑے تھے... ان کے دائیں اور بائیں خان رحمان اور پروفیسر داؤد تھے۔

ان تینوں کا رنگ فق ہوگیا... یوں لگا جیسے ان کے جسموں کا سارا خون سلب ہوگیا ہو:

''تم تینوں کا کھیل ختم ہوگیا... تم وہی ہو... جو محمود اور فاروق

کو پارک میں ملے تھے... یعنی رقعے والے راشد سعید... پھر میرے تینوں بچے تمہارے گھر گئے تھے... اور وہاں وہ تینوں غنڈے آگئے تھے ...استاد، کالو اور فوزی... یہ تینوں میرے دونوں بچوں سے بھڑ گئے... کیونکہ وہ تم تینوں کو جان سے مارنا چاہتے تھے... کیوں تم وہی ہو نا۔''

''نن نہیں۔'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''اب کام پہلے کی نسبت بہت آسان ہے راشد سعید صاحب... م تمہاری باتیں سن چکے ہیں... تم نے یہی کہا تھا نا کہ اب بس یہاں ے بھاگ چلو... باہر ٹیکسی تیار کھڑی ہے... اور باس کا حکم ہے کہ اب یہاں ہم لوگوں کا کام ختم ہے... کیوں یہی کہا نا تم نے ان سے... لہٰذا اب تم سے اگلوا لینا کیا مشکل ہے...''

پھر انسپکٹر جمشید نے دوسرے ہاتھ سے اکرام کے نمبر ملائے... اور ے ہدایات دیں... اس سے کہا:

''جنگل کی طرف خفیہ فورس والے چلے جائیں گے... تم اس رف آ جاؤ... سیٹھ قاسم اوکلے کی کوٹھی کے پچھلی طرف بنے کوارٹرز ں۔'' یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا... اور ان کی طرف مڑے:

پھر وہ کوارٹر کے اندر آگئے۔

دونوں خواتین کا مارے خوف کے برا حال تھا... وہ تھر تھر کانپ

رہی تھیں ... انسپکٹر جمشید کو ان کی حالت پر ذرا بھی ترس نہ آیا ... وہ ان کی مکاری سے بخوبی واقف تھے اور جانتے تھے کہ محمود اور فاروق پہلے بھی ان کی مصنوعی معصومیت کا شکار بن چکے تھے ... خان رحمان کا تو جی چاہ رہا تھا کہ راشد سعید کو کچا ہی چبا جائیں ... ٹھیک ٹھاک الو بنایا تھا ان لوگوں نے ... اس وقت ان کے آنسو ان پر کچھ اثر نہیں کر سکتے تھے ... پروفیسر داؤد بھی حیران تھی کہ کیسے کوئی اپنی ماں اور بہن کو ایسے جرائم میں شریک کار بنا سکتا ہے جس میں کسی بھی وقت جان بھی جانے کا اندیشہ ہو۔

اس وقت راشد سعید نے کہا:

" کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ ہمیں چھوڑ دیں۔"

" باس کے بارے میں تفصیل سے بتا دو ... تمہارے ساتھ نرمی کا وعدہ کرتا ہوں۔"

" افسوس! باس کو کوئی نہیں جانتا ... اس وقت جو چکر چل رہا ہے ... اس کے بارے میں بھی کسی کو کچھ معلوم نہیں ..."

" خیر ... تم اپنی حد تک بتا دو ... اس سلسلے میں کیا ہدایات ملی تھیں۔"

ساتھ ہی وہ غیر محسوس طور ان کا ہاتھ اپنی شرٹ کی جیب میں رینگ

گیا ... ہاتھ باہر آیا تو اس میں قلم تھا۔

اسی لمحے راشد سعید نے کہنا شروع کیا:

" یہ کہ تم شام چار بجے کے قریب روزانہ نیشنل پارک میں جاؤ ... تقریباً ایک گھنٹا وہاں ٹھہرا کرو، پھر آ جایا کرو ... پھر ایک دن ہدایت ملی ... تمہیں ایک رقعہ ملے گا ... اس رقعے کو دیکھ کر تم پریشان ہو جانا ... دو لڑکے تمہاری طرف آئیں گے ... رقعہ انہیں دکھا دینا ... اور انہیں کرائے والے گھر میں لے آنا ... جہاں تم اپنی ماں اور بہن کے ساتھ رہتے ہو ..."

" کیا مطلب ... اس نے یہ ہدایات دی تھیں۔" مارے حیرت کے انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

" جی ہاں ... سب اس کی ہدایات کے مطابق ہوا ہے ... اور آپ کے بیٹے تو دراصل اس کے پروگرام کے تحت ہی مجھ سے ملے تھے ... یعنی باس یہی چاہتا تھا۔"

" اوہ ... اوہ۔" وہ حیرت زدہ انداز میں بولے ... پھر انہوں نے کہا:

" لیکن تم تو پہلے ہی سیٹھ قاسم اوکلے کے ہاں پہنچے ہوئے تھے۔"

" ہاں! وہاں بھی ہم اسی ہدایت کے مطابق پہنچے تھے ... اس سے

پہلے اسی مکان میں رہتے رہے ہیں... جس میں آپ کے بیٹوں کے ساتھ گیا تھا... پھر وہاں باس کے تین غنڈے آئے تھے... انہوں نے ہمیں جان سے مارنے کا دراصل ڈرامہ کیا تھا... یہ انہیں بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ آپ کے دونوں بیٹوں کے ہاتھوں مار کھا جائیں گے... انہیں تو ہدایات تھیں کہ دھمکی دیتے ہوئے بس وہاں سے فرار ہو جانا... لیکن وہ آپ کے بیٹوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے... پھر اس نے اپنے ایک آدمی کو بھیج کر آپ کے دوست کے ہاں سے یہ کہہ کر بلوا لیا کہ آپ انہیں بلا رہے ہیں... ساتھ ہی اس نے حکم دیا کہ اب ہم سیٹھ اوکلے کے ہاں پہنچ جائیں... بس مجھے تو صرف یہ باتیں معلوم ہیں۔"

"سیٹھ اوکلے کو زہر کس نے دیا تھا۔"

"وہ... مم... ہم..." وہ لگا ہکلانے۔

"اب صاف صاف بتاؤ گے تو تمہاری بچت کی کوشش کی جائے گی... ورنہ پھنس تو تم گئے ہو اور جب ہم تمہیں مشینوں میں کسیں گے تو وہاں تم فرفر بولو گے۔" انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"نن نہیں۔"

"بس تو پھر بتا دو۔"

"باس نے بتایا تھا کہ سیٹھ قاسم اوکلے کے بچے اسے قتل کرانا چاہتے ہیں اور اس کام کے لیے انہوں نے باس کو بڑی رقم دی ہے... وہ چاہتے ہیں کسی طرح بڑے میاں کا کانٹا نکل جائے... تاکہ مل پر ان کا قبضہ ہو جائے اور وہ عیش کر سکیں... ورنہ بڑے میاں نے تو دولت پر پہرے بٹھا رکھے ہیں... سو تم اسے زہر دے دو۔ تم پر کوئی شک نہیں کرے گا... انسپکٹر جمشید اور ان کے بچے تو پہلے ہی سارے معاملے کو دیکھ رہے ہیں، لہٰذا فوری طور پر ان سب کا خیال اولاد پر جائے گا... ان کا طرز عمل بھی ایسا ہی ہے... وہ اس کی موت سے خوش ہوں گے... اور ان کے چہروں کی خوشی کو دیکھ کر کوئی تم پر شک نہیں کرے گا... نہ تمہارا ان کے قتل سے کوئی مفاد وابستہ ہے... لہٰذا تم زہر دے کر بھی کسی کی نظروں میں نہیں آؤ گے اور پھر تم وہاں سے نکلنے کی کرنا... تمہیں بھی اس بڑی رقم میں سے حصہ ملے گا جو ہم نے ان سے وصول کی ہے۔"

"اور وہ رقم کس طرح وصول کرتے۔"

"اس بارے میں باس کی ہدایات ملنا تھیں..."

"یعنی ابھی ملی نہیں۔"

"جی نہیں۔"

'' اپنا موبائل مجھے دے دو ... ان کا نمبر یہاں کس نام سے محفوظ ہے۔''

'' باس کے نام سے۔'' یہ کہہ کر اس نے موبائل انہیں دے دیا۔

'' اگر تمہارا بیان درست ہے تو اس صورت میں ہم تمہاری سزا میں کمی کرانے کی پوری کوشش کریں گے ... تمہیں یہاں سے فرار ہو کر کہاں جانا ہے۔''

'' فی الحال اس گھر میں ... جس میں ہماری آپ کے بیٹوں سے ملاقات ہوئی تھی۔''

'' کیا ان کاموں میں تمہاری والدہ اور بہن بھی شریک ہیں۔''

'' یہ میری والدہ اور بہن نہیں ہیں۔''

'' کیا مطلب؟'' وہ چونکے۔

'' یہ بھی گروہ کی کارکن ہیں۔''

'' اوہ ... اوہ۔'' ان سب کے منہ سے نکلا۔

پھر اکرام وہاں پہنچ گیا ... انہوں نے اسے ان کے بارے میں ہدایات دی ... اور انہیں بالکل خفیہ طور پر وہاں سے لے جانے کی بھی ہدایت کی... اکرام کے ماتحت ان تینوں کو بند گاڑی میں وہاں سے لے گئے... انہوں نے اکرام کو تازہ ترین معلومات کے بارے میں بتایا تو

اس کے چہرے پر حیرت دوڑ گئی۔

'' اس کا مطلب ہے سر ... ان لوگوں نے واقعی باس کے ذریعے اپنے باپ کو زہر دلوایا ہے۔''

'' ہاں! اور یہ گواہی عدالت میں راشد سعید دے گا ... اس کے الفاظ ہم نے اس وقت ریکارڈ بھی کر لیے ہیں اور ساتھ میں اس کی فلم بھی بنا لی ہے لہٰذا یہ ہمارے پاس پختہ ترین ثبوت ہے ... لیکن ...''

'' لیکن کیا سر۔''

'' لیکن سیٹھ قاسم اوکلے کے بیٹے اور بیٹیاں عدالت میں بیان دیں گے کہ یہ کام ان کا نہیں ... لہٰذا صرف راشد سعید کی گواہی سے کام نہیں چلے گا اور ہمیں... ابھی ثبوت حاصل کرنا ہوگا... پکا ثبوت جسے عدالت میں جھٹلایا نہ جا سکے ... اصل قاتل یعنی باس کو بھی گرفتار کرنا ہے ... جس کا سیٹھ قاسم اوکلے شکار بنے ... ابھی تک ہم اس سے بھی دور ہیں... اب دیکھتے ہیں ... محمود، فاروق اور فرزانہ کیا خبر لاتے ہیں۔''

'' گویا ہنوز دلی دور است ... یعنی ابھی دلی دور ہے۔''

'' نہیں ... اتنا دور بھی نہیں ... اب یہ کیس تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے ... اور شاید چند گھنٹے بعد ہم اس سے فارغ ہو جائیں ... یہ لوگ قبرستان سے آئیں گے تو ہم ان سے بات کریں گے اور ان کی تلاش

بھی لیں گے ... ارے ہاں ... ہم نے راشد سعید سے یہ بات نہیں پوچھی کہ اسے زہر کیسے پہنچایا گیا تھا ... یہ تو ظاہر ہے، اس کے باس نے ہی بھیجا ہوگا۔''

''یہ ہم اس سے حوالات میں پوچھ لیں گے ... اور آپ کو بتا دیں گے۔''

''بالکل ٹھیک ... لیکن اب جو بات میرے ذہن میں کھد بد مچا رہی ہے، وہ یہ ہے کہ ... وہ عورت کون تھی ... جو میرے پاس آئی تھی ... سیٹھ قاسم کی بیوہ تو اس سے انکاری ہے ... اور اگر ان کا بیان درست ہے تو پھر اس کا مطلب ہے ... اس کا تعلق باس سے ہے اور باس ہمیں یہ بتانا چاہتا ہے ... کہ سیٹھ اوکلے کے بیٹے اور بیٹیاں اسے قتل کرانا چاہتے تھے ... یہ کام انہی کا ہے ... دوسری طرف راشد سعید کا بیان بھی یہی ہے ... کہ زہر دینے کا حکم باس نے دیا تھا ... اب اگر باس نے اوکلے کے بیٹوں سے اس کام کی کوئی بڑی رقم وصول کی ہے ... تب وہ یہ کیوں ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ یہ کام اس کے بیٹوں کا ہے ... گویا ان سے رقم بھی لے لی اور انہیں پھنسوا بھی رہا ہے ... کیا یہ بات عجیب نہیں۔''

''ہاں جمشید ... میرے خیال میں تو اس سے زیادہ عجیب بات کوئی

نہیں ہو سکتی۔'' خان رحمان بولے۔

''اس طرح تو ہم ان کے بیٹوں اور بیٹیوں کو گرفتار کر لیں گے ... اس سے انہیں کیا فائدہ ہوگا۔''

''یہ سوال بہت چکرا دینے والا ہے۔'' پروفیسر داؤد نے کہا۔

''خیر ... دیکھتے ہیں ... یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔''

ایسے میں ان کے موبائل کی گھنٹی بجی ... انہوں نے موبائل پر نظر ڈالی ... فون خفیہ فورس کے انچارج کا تھا ... وہ کہہ رہا تھا:

''سر! ہم نے کچھ لوگوں کو گرفتار کیا ہے ... وہ لوگ محمود، فاروق اور فرزانہ کو ہلاک کرنے ہی والے تھے کہ ہم وہاں پہنچ گئے ...''

''لیکن نمبر1 ... ان تینوں نے تو فون کیا تھا کہ انہوں نے دشمنوں کو اپنے نشانے پر لے رکھا ہے۔''

''ہاں! سر ... بالکل یہی بات تھی ... ان لوگوں پر تو انہوں نے قابو پا لیا تھا ... لیکن عین اس وقت کچھ اور لوگ وہاں پہنچے تھے ... وہ ان کو پوری طرح سے گھیر چکے تھے اور فائر کھولنے ہی والے تھے کہ ہم نے ان پر دھاوا بول دیا ... اس طرح ہماری ان سے ٹھن گئی ... اور الحمدللہ! ہم نے ان سب کو گرفتار کر لیا ہے۔''

''بہت خوب! انہیں کسی طرح میرے دفتر تک پہنچا دو ... اور دیکھو

... خیال رہے کہ تم لوگ نظروں میں نہ آنے پاؤ ... تمہاری شناخت کسی کے سامنے نہیں آنی چاہیے ... خفیہ فورس اگر خفیہ ہی نہ رہے تو بات ہی کیا... ہم بھی دفتر پہنچ رہے ہیں اور یہ تینوں بچے کہاں ہیں۔"

"یہ بھی ہمارے ساتھ ہیں ... اور زخمی ہیں ... انہیں تو فوراً طبی امداد کی ضرورت ہے ... ان کے بارے میں کیا حکم ہے ... کیا انہیں گھر پہنچا دیا جائے یا کسی ہسپتال۔"

"ٹھیک ہے... انہیں بھی دفتر لے آؤ ... میں دیکھ لوں گا۔"

پھر انہوں نے ڈاکٹر انصاری کے نمبر ملائے ... اور انہیں بچوں کی حالت کے بارے میں بتا کر محکمے کے دفتر پہنچنے کی ہدایت کی۔

پھر انہوں نے فون بند کر کے جیب میں رکھ لیا اور بولے:

"آؤ بھئی چلیں۔"

وہ وہاں سے محکمۂ سراغرسانی کے دفتر پہنچے ... ڈاکٹر انصاری اور ان کی ایک نرس پہلے ہی وہاں موجود تھے۔ ڈاکٹر انصاری سے علیک سلیک کے بعد ... محمود، فاروق اور فرزانہ کی حالت دیکھ کر وہ ہنس پڑے:

"آپ ہنس رہے ہیں ابا جان۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں بھئی ... یہی تو زندگی ہے۔"

"اگر یہی زندگی ہے تو یہ لیجیے ... میں بھی ہنس دیتا ہوں۔" یہ کہہ

کر وہ ہنسا۔

"بہت خوب! وہ عورت کہاں ہے۔"

"افسوس! ہم اسے نہیں پکڑ سکے ..."

"کیا مطلب ..." وہ چونک اٹھے۔

محمود نے تفصیل سنا دی:

"اوہ ... تو یہ بھی سب کچھ منصوبہ بندی کے مطابق ہوا ہے ... مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ اس کیس میں مکمل منصوبہ بندی کے بغیر کوئی کام کیا ہی نہیں گیا ... یہاں تک کہ نیشنل پارک میں تمہارا راشد سعید سے ملنا بھی۔"

"جی ... کیا مطلب؟" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆☆☆☆☆

دو شیشیاں

انہوں نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا ...

ڈاکٹر انصاری اور ان کے ماتحت ان تینوں کی مرہم پٹی کر چکے تھے اور انہیں لابی میں رکھے صوفوں پر لٹا دیا گیا تھا:

''اکرام ... تم نے راشد سے پوچھا... زہر کیسے ملا تھا۔''

''ہاں! اس کا کہنا ہے کہ باس نے فون پر ہدایت دی تھی کہ زہر اسی مکان کی فلاں الماری سے مل جائے گا...وہ بہت ذرا سی مقدار میں تھا ، بے ذائقہ تھا اور اسے دودھ میں ملا کر دینا تھا ... سیٹھ قاسم سینے میں جلن کا شکار رہتے تھے اور شاید اسی لئے دن میں کئی بار ملائی والا ٹھنڈا دودھ پینے کے عادی تھے... ان کے بیڈروم میں فریج رکھا ہوا ہے ... اس میں دودھ کا جگ رکھ دیا جاتا ہے ... جب انہیں خواہش ہوتی ہے، وہ اس میں سے دودھ لے کر پی لیتے ہیں... سو راشد کے لیے اس جگ میں زہر ملا دینا کیا مشکل تھا۔''

''اوہ !...''

''اور آپ نے جو یہ کہا ہے کہ اس کیس میں کوئی کام بھی منصوبے کے بغیر نہیں ہوا ... یہاں تک کہ ہماری اس راشد سعید سے پارک میں ملاقات ... تو ذرا اس کی بھی وضاحت کر دیں۔''

''دیکھو! بھئی ... اس کا اعتراف تو خود راشد نے کیا ہے کہ وہ منصوبے کے تحت تم دونوں کے سامنے آیا ... یعنی باس کو علم تھا کہ محمود اور فاروق روزانہ شام چار بجے نیشنل پارک جاتے ہیں ، باس کو اس کا علم تھا ... اس معمول سے وہ واقف تھا ... اسی لیے اس نے راشد کو ہدایت کی تھی کہ وہ چند دن تک روزانہ چار بجے نیشنل پارک میں جائے اور ان کے نزدیک ہی بیٹھ جایا کرے... پھر وہاں اس کا آدمی آیا اور رقعہ دے کر چلا گیا ... انداز بہت پراسرار تھا... فاروق یا محمود کا چونکنا قدرتی بات تھی ... پھر رقعہ پڑھ کر اس نے چہرے پر شدید گھبراہٹ طاری کر لی تھی ... تاکہ تم دونوں خاص طور پر اس میں دلچسپی لو ... اور ایسا ہی ہوا... سوال یہ اہم ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا... مقصد کیا تھا ... پھر یہ لوگ ہمیں سیٹھ اوکلے کے ہاں نظر آتے ہیں اور ہم الجھ جاتے ہیں کہ یہ وہی ہیں یا ان کے ہمشکل ... حالانکہ ایک شخص کی بات ہو تو شک کا فائدہ دیا جا سکتا ہے کہ یہ جرم اس نے نہیں اس سے ملتی جلتی شکل

کے کسی شخص نے کیا ہوگا ... لیکن یہ ناممکنات میں سے ہے کہ ایک پورا گھرانہ کسی دوسرے گھرانے کا نہ صرف ہمشکل ہو بلکہ اتنے ہی افراد پر مشتمل بھی ہو ... لہٰذا کسی حد تک بات صاف تھی کہ یہ ہمیں گمراہ کرنے اور تفتیش کی راہ سے بھٹکانے کی ایک بھونڈی کوشش تھی ... یعنی ایک ایسی بات ہم سے تسلیم کروانے کی کوشش جسے عام ذہن بھی نہ مانتا ہو تو ایک سراغرساں کا ذہن بھلا کیسے ... سوال پھر اٹھتا ہے کہ کیوں ... لیکن خیر ... اس کے باوجود ہم انگلیوں کے نشانات لے لیتے ہیں ... لیکن مکان سے نشانات نہیں ملتے جس میں یہ تینوں رہتے رہے ہیں ... آخر کیوں ... وہاں سے نشانات کیوں صاف کیے گئے ... اس لیے کہ ہم یہ نہ جان سکیں کہ یہ ایک دوسرے کے ہمشکل ہیں یا ایک ہی ہیں ... یہ ساری منصوبہ بندی نہیں تو اور کیا ہے ... سوال یہ بھی ہے کہ آخر ہمیں اس میں گھسیٹنے کی تک کیا بنتی تھی ... راشد کو ہمارے سامنے کیوں لایا گیا جب کہ سیٹھ اوکلے کو قتل تو ہمیں درمیان میں ڈالے بغیر اور کسی الجھن میں پڑے بغیر بھی کیا جا سکتا تھا ... پھر سیٹھ صاحب کے ہاں جاتے ہیں تو ان کا خون غائب پاتے ہیں۔ ہم انہیں ہسپتال لے جاتے ہیں ... پتا چلتا ہے کہ انہیں زہر دیا گیا ہے ... ہم اپنا کام شروع کرتے ہیں ... اس سلسلے میں اجمل برادرز پر شک کرتے ہیں ... اجمل برادرز کا نام لینے

بھی تک نہیں بنتی تھی ... لیکن اجمل برادرز بھی غائب ہوگئے اور ہمارا شک ان پر اور پختہ ہوگیا ... اور دفتر بھی بند ... پھر ایک عورت ہمارے گھر آتی ہے ... وہ بتاتی ہے کہ وہ سیٹھ قاسم اوکلے کی بیوی ہے ... وہ ہمیں بتاتی ہے کہ زہر دینے کا کام اس کی اپنی اولاد کا ہے ... کیونکہ اس نے انہیں بنتے ہوئے دیکھا ہے ... اب اگر میں اس سے یہ نہ پوچھتا کہ اسے میرا پتا کیسے معلوم ہوا تو وہ آرام سے رخصت ہوجاتی ... لیکن میرے سوال پر وہ بوکھلا گئی ... اسے اور تو کچھ نہ سوجھا ... اس نے یہ کہہ دیا کہ اس کے ڈرائیور کو پتا تھا ... ساتھ ہی وہ تیزی سے باہر نکل گئی ... ہم نے دوڑ کر ڈرائیور سے پوچھنا چاہا کہ اسے ہمارا پتا کس طرح معلوم ہے ... وہ بھی گول مول بات کر کے اس عورت کو لے کر وہاں سے فوراً نکل گیا ... میں تم تینوں کو تعاقب کے لیے بھیجتا ہوں ... تو وہاں بھی منصوبہ بندی صاف نظر آتی ہے ... کہنے کا مطلب یہ کہ اس پورے کیس میں شروع سے آخر تک منصوبہ بندی کی گئی ہے ... اور ہر بات گویا پہلے سے طے کر لی گئی ہے ... لیکن سوال یہ ہے کہ کیوں ... مقصد ابھی تک سامنے نہیں آسکا ... اگر منصوبہ بندی کرنے والوں کا مقصد یہ ہے کہ سیٹھ قاسم اوکلے کو قتل کر دیا جائے اور الزام اس کے بیٹوں پر آجائے ... تب بھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایسا کیوں

چاہتے ہیں... لہٰذا اس کیس کی دوسری صورت یہ بنتی ہے کہ سیٹھ اوکلے
کی اولاد نے باس سے یہ کام لیا ہے... اور ان لوگوں نے اس سے
کہا تھا کہ چکر ایسا چلایا جائے کہ کوئی ان پر شک نہ کر سکے... اب ذرا
اس عورت کے کردار پر غور کرو... وہ ہمیں آکر بتاتی ہے کہ یہ کام ضرور
سیٹھ اوکلے کے بچوں کا ہے... اس سے ہم بھلا کیا نتیجہ نکالیں گے... یہ
کہ منصوبہ بندی کرنے والا چاہتا ہے کہ ہم یہ خیال کریں کہ کوئی سیٹھ
کے بچوں کو مجرم ثابت کرنے کی سرتوڑ کوشش کر رہا ہے... کیا سیٹھ
اوکلے کی اولاد چاہتی ہے کہ ہم اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ وہ مجرم نہیں
ہیں۔'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے... ان کی آنکھیں گہری سوچ
میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

'' لیکن ابا جان... آپ نے باس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں
بتایا۔''

'' وہ ضرور کرائے کے قاتلوں کا کوئی گروپ ہے... آج کل
سیاست کی آڑ میں ایسے بہت سے کام چل رہے ہیں... لوگوں سے بڑی
بڑی رقمیں لے کر دوسروں کو ہلاک کیا جاتا ہے اور الزام اپنی کسی مخالف
سیاسی تنظیم یا دہشت گردوں اور بھتہ خور گروہوں پر ڈال دیا جاتا ہے...
ان کا بھی سراغ لگا لیا جائے گا... فکر نہ کرو... ان پر بھی کام ہو رہا

ہے۔''

اور پھر وہ ایک بار پھر سیٹھ اوکلے کے ہاں پہنچ گئے... ان کے
بیٹوں اور بیوی نے اداس انداز میں ان کا استقبال کیا:

'' ہمیں آپ کی کوٹھی کی تلاشی لینا ہے۔''

'' جی... کیا کہا... تلاشی... وہ کیوں؟''

'' سیٹھ صاحب کو قتل کیا گیا ہے... انہیں زہر دیا گیا تھا... اس
لیے ہم تلاشی لیں گے...''

'' بھلا ہم اپنے والد کو کیوں ہلاک کرنے لگے...''

'' سیٹھ صاحب ایک بہت بڑی مل کے مالک ہیں... لوگ تو ایک
چھوٹی سی مل کے لیے ایسا کر گزرتے ہیں... پھر ہم نے یہ تو نہیں کہا
کہ آپ میں سے ہی کسی نے ایسا کیا ہوگا... اور ممکن ہے کہ کیا بھی
ہو... لیکن بہر حال تلاشی تو معمول کی تفتیش کا حصہ ہے۔'' انسپکٹر جمشید
مسکرائے۔

'' کیا کہہ رہے ہیں آپ...۔'' بڑا بیٹا بھنا کر بولا۔

''ہاں! یہی بات ہے... لیکن سرخ آنکھوں کے باوجود آپ میں
سے کسی کا اظہار غم مصنوعی بھی ہو سکتا ہے۔''

''حد ہو گئی... یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔''

''میں چہرے پڑھنے کا ماہر خیال کیا جاتا ہوں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کیے جاتے ہوں گے... کیا آپ کی یہ بات کوئی عدالت مان لے گی۔''

''نہیں...'' انہوں نے زور دار انداز میں کہا۔

''تب پھر کیوں ہمیں پریشان کر رہے ہیں۔''

''کوئی عدالت میرے اندازوں کو نہیں مانے گی... اسی لیے تو کوٹھی کی تلاشی لینا چاہتے ہیں ہم لوگ... تلاشی ہم بہر حال لیں گے... رکاوٹ ڈالیں گے تو پھر یہاں چاروں طرف پولیس نظر آئے گی اور تلاشی پھر بھی لی جائے گی۔''

''ٹھیک ہے... آپ تلاشی لے لیں۔'' بڑے بیٹے نے برا سا منہ بنایا۔

اور پھر انہوں نے تلاشی شروع کی... وہ پانچوں اپنی ماں کے ساتھ ایک طرف بیٹھے رہے... آدھ گھنٹے کی تلاشی کے بعد وہ لوگ ان کے پاس آئے... انسپکٹر جمشید نے ایک کاغذ میں لپٹی دو شیشیاں ان کے سامنے رکھ دیں... ان میں سے ایک پر آنکھ کی تصویر بنی تھی اور اس میں قطروں والی کوئی دوا تھی... جب کہ دوسری شیشی میں سفید رنگ کا

سفوف تھا:

''کیا آپ وضاحت کریں گے... کہ یہ کیا چیزیں ہیں۔''

''ہم ان چیزوں کو پہلی بار دیکھ رہے ہیں۔'' بڑا بیٹا بولا۔

''حالانکہ یہ آپ کے گھر سے ملی ہیں۔''

''اتنا بڑا گھر ہے... کوئی بھی رکھ سکتا ہے... آپ کو پتا ہی ہے... لوگ کتنی تعداد میں تعزیت کے لیے آتے رہے ہیں۔''

''ہاں بات آپ کی معقول ہے... لیکن یہ ہمیں ایک الماری سے ملی ہیں اور اس الماری پر تالا لگا ہوا تھا۔''

''تب پھر آپ نے تالا کیسے کھول لیا۔''

''تالے کھولنے ہمیں آتے ہیں۔''

''آپ کو چاہیے تھا کہ تالا کھولنے سے پہلے ہمیں بلا لیتے۔'' دوسرا بیٹا بولا۔

''آپ عدالت میں انکار کر دیجیے گا... کہ یہ شیشیاں آپ کے گھر کی ایک الماری میں نہیں تھی... یہ تو ہم نے زبردستی وہاں سے برآمد کی ہیں۔''

''کیا... ہم... ہم یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔''

''اس وقت بھی تو آپ یہی کہہ رہے ہیں۔''

"آپ ہمیں زبردستی مجرم بنا رہے ہیں۔"

" ہوسکتا ہے کہ میں آپ کو مجرم بننے سے بچا رہا ہوں ... میں نے پوچھا تھا...ان شیشوں میں کیا ہے ..."

"اور ہم ان شیشوں کو پہلی بار دیکھ رہے ہیں۔"

"تو پھر میں آپ کو بتاتا ہوں ... یہ جو سفوف آپ کو نظر آ رہا ہے ... یہ زہر ہے جس سے سیٹھ اوکلے صاحب کو ہلاک کیا گیا ہے..."

"نن نہیں۔" وہ چلا اٹھے۔

"اور رہی یہ دوسری شیشی ... یہ آنکھوں کے قطرے ہیں۔"

"تو پھر ... کیا ہم نے ان قطروں کو بھی قتل کے لیے استعمال کیا ہے۔" بڑی لڑکی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نہیں! قتل کے لیے تو یہ سفوف کافی ہے ... ہم اس سپیرے کو بھی عدالت میں پیش کریں گے جس سے آپ لوگوں نے زہر خریدا تھا۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

☆☆☆☆☆

لوہا گرم ہے

ان کے رنگ اڑتے نظر آئے... وہ تیزی سے باری باری ان کی طرف دیکھ رہے تھے اور حیران ہو رہے تھے۔

محمود، فاروق، فرزانہ کو اندازہ تھا کہ یہ تیر اندھیرے میں چلا گیا تھا... ابھی انہوں نے سپیرے کا سراغ تو لگایا ہی نہیں تھا... بلکہ انہیں تو معلوم تھا ہی نہیں تھا کہ کوٹھی سے انہیں زہر مل جائے گا:

" جرم تو ایک شیشی سے ثابت ہوگیا ... ابھی دوسری شیشی کی تو باری ہی نہیں آئی۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"نن نہیں... ہم اپنے والد کے قاتل نہیں ہیں۔" بڑا بیٹا بلند آواز میں بولا۔

" آپ ان دو شیشیوں کے یہاں ہوتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! اس لیے کہ اس قتل سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔"

"میں چہرے پڑھنے کا ماہر خیال کیا جاتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیسے جاتے ہوں گے... کیا آپ کی یہ بات کوئی عدالت مان لے گی۔"

"نہیں..." انہوں نے زوردار انداز میں کہا۔

"تب پھر کیوں ہمیں پریشان کر رہے ہیں۔"

"کوئی عدالت میرے اندازوں کو نہیں مانے گی... اسی لیے تو کوٹھی کی تلاشی لینا چاہتے ہیں ہم لوگ... تلاشی ہم بہرحال لیں گے... رکاوٹ ڈالیں گے تو پھر یہاں چاروں طرف پولیس نظر آئے گی اور تلاشی پھر بھی لی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے... آپ تلاشی لے لیں۔" بڑے بیٹے نے بُرا سا منہ بنایا۔

اور پھر انہوں نے تلاشی شروع کی... وہ پانچوں اپنی ماں کے ساتھ ایک طرف بیٹھے رہے... آدھ گھنٹے کی تلاشی کے بعد وہ لوگ ان کے پاس آئے... انسپکٹر جمشید نے ایک کاغذ میں لپٹی دو شیشیاں ان کے سامنے رکھ دیں... ان میں سے ایک پر آنکھ کی تصویر بنی تھی اور اس میں قطروں والی کوئی دوا تھی... جب کہ دوسری شیشی میں سفید رنگ کا

سفوف تھا:

"کیا آپ وضاحت کریں گے... کہ یہ کیا چیزیں ہیں۔"

"ہم ان چیزوں کو پہلی بار دیکھ رہے ہیں۔" بڑا بیٹا بولا۔

"حالانکہ یہ آپ کے گھر سے ملی ہیں۔"

"اتنا بڑا گھر ہے... کوئی بھی رکھ سکتا ہے... آپ کو پتا ہی ہے... لوگ کتنی تعداد میں تعزیت کے لیے آتے رہے ہیں۔"

"ہاں بات آپ کی معقول ہے... لیکن یہ ہمیں ایک الماری سے ملی ہیں اور اس الماری پر تالا لگا ہوا تھا۔"

"تب پھر آپ نے تالا کیسے کھول لیا۔"

"تالے کھولنے ہمیں آتے ہیں۔"

"آپ کو چاہیے تھا کہ تالا کھولنے سے پہلے ہمیں بلا لیتے۔" دوسرا بیٹا بولا۔

"آپ عدالت میں انکار کر دیجیے گا... کہ یہ شیشیاں آپ کے گھر کی ایک الماری میں نہیں تھی... یہ تو ہم نے زبردستی وہاں سے برآمد کی ہیں۔"

"کیا... ہم... ہم یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

"اس وقت بھی تو آپ یہی کہہ رہے ہیں۔"

'' آپ ہمیں زبردستی مجرم بنا رہے ہیں۔''

'' ہوسکتا ہے کہ میں آپ کو مجرم بننے سے بچا رہا ہوں ... میں نے پوچھا تھا... ان شیشوں میں کیا ہے ...''

'' اور ہم ان شیشوں کو پہلی بار دیکھ رہے ہیں۔''

'' تو پھر میں آپ کو بتاتا ہوں ... یہ جو سفوف آپ کو نظر آرہا ہے ... یہ زہر ہے جس سے سیٹھ اوکلے صاحب کو ہلاک کیا گیا ہے...''

'' نن نہیں۔'' وہ چلا اٹھے۔

'' اور رہی یہ دوسری شیشی ... یہ آنکھوں کے قطرے ہیں۔''

'' تو پھر ... کیا ہم نے ان قطروں کو بھی قتل کے لیے استعمال کیا ہے۔'' بڑی لڑکی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

'' نہیں! قتل کے لیے تو یہ سفوف کافی ہے ... ہم اس سپیرے کو بھی عدالت میں پیش کریں گے جس سے آپ لوگوں نے زہر خریدا تھا۔''

'' کیا!!!'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

☆☆☆☆☆

لوہا گرم ہے

ان کے رنگ اڑتے نظر آئے... وہ تیزی سے باری باری ان کی طرف دیکھ رہے تھے اور حیران ہو رہے تھے۔

محمود، فاروق، فرزانہ کو اندازہ تھا کہ یہ تیر اندھیرے میں چلا گیا تھا... ابھی انہوں نے سپیرے کا سراغ تو لگایا ہی نہیں تھا... بلکہ انہیں تو معلوم تھا ہی نہیں تھا کہ کوٹھی سے انہیں زہر مل جائے گا:

'' جرم تو ایک شیشی سے ثابت ہوگیا ... ابھی دوسری شیشی کی تو باری ہی نہیں آئی۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

'' نن نہیں... ہم اپنے والد کے قاتل نہیں ہیں۔'' بڑا بیٹا بلند آواز میں بولا۔

'' آپ ان دو شیشیوں کے یہاں ہوتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں۔'' محمود نے حیران ہو کر کہا۔

'' ہاں! اس لیے کہ اس قتل سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔''

'' تب پھر یہ زہر یہاں کیوں موجود ہے۔''

'' یہ ہمارے کسی دشمن کی کارروائی ہے۔'' دوسرا بیٹا تڑ سے بولا۔

'' خیر... اگر ہم یہ بات مان لیں ... تو اس دوسری شیشی کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔''

'' یہ ... وہ ... م... ہپ۔'' بڑا بیٹا بری طرح ہکلانے لگا... ایک بار پھر ان کے رنگ اڑتے نظر آئے۔

'' آخر اس میں کیا ہے جمشید ... یہ تو صرف آنکھوں کے قطرے ہیں۔'' خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

'' ہاں خان رحمان ! اس میں صرف آنکھوں کے قطرے ہیں... لیکن یہ ایسے قطرے ہیں کہ بہت زیادہ لگتے ہیں اور ان کے ڈالنے سے آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں... غالباً یہ موتیا کے آپریشن سے پہلے آنکھوں میں ڈالے جاتے ہیں... آپریشن کے لیے ان کو ڈالنے میں کوئی آسانی ہوتی ہوگی ... لیکن انہوں نے یہ اپنی آسانی کے لیے ڈالنا شروع کر رکھے ہیں ... دوسروں کو دکھانے کے لیے کہ باپ کے غم میں انہیں آنکھیں سرخ نظر آئیں۔''

'' اوہ نہیں۔'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

'' اور ان کے گھر میں کسی کا موتیا کا آپریشن ہوا ہوگا... آپریشن

سے پہلے یہ دوا ڈالی گئی ہوگی ... اس وقت ان لوگوں نے دیکھا ہوگا آنکھیں سرخ ہوگئی ہیں ... اب ان حالات میں انہیں یہ دوا یاد آگئی ہوگی... دوا ان کے پاس اس وقت کی بچی ہوئی موجود ہوگی یا انہوں نے اس وقت اس دوا کا نام نوٹ کر لیا ہوگا ... کیوں بھئی ... آپ کے گھر میں کس کا آپریشن ہوا تھا، آنکھوں کا۔''

'' میرا!'' ان کی والدہ بول پڑیں۔

'' اوہ۔'' ہم نے ابھی تک آپ کے نام نہیں پوچھے... آپ کا نام؟''

'' میں شائلہ اوکلے ہوں۔''

'' اور آپ پانچوں کے نام۔''

'' ہمارے نام ہیں... ابرار، انوار، اقرار، شازیہ اور فوزیہ۔''

'' شکریہ ! ہاں تو بیگم صاحبہ ... آپریشن آپ کا ہوا تھا... آپریشن کے بعد یہ دوا ڈالنے کی ہدایت تو نہیں دی تھی ڈاکٹر صاحب نے۔''

'' جی نہیں... وہ شیشی تو اور تھی... معمولی سی لگتی تھی... اس کے ڈالنے سے آنکھیں سرخ نہیں ہوتی تھیں... البتہ جب میں نے آپریشن کرایا تھا، اس سے پہلے جو دوا ڈالی گئی تھی... اس نے میری آنکھوں کو سرخ کر دیا تھا...''

"اب آپ لوگ کیا کہتے ہیں..."

"یہی کہ... ہم نے اپنے والد کو قتل نہیں کیا... آپ بلاوجہ ہم پر الزام دھر رہے ہیں۔"

"اور آپ کو اپنے باپ سے محبت تھی۔"

وہ خاموش رہے... کچھ نہ کہہ سکے:

"آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"اس میں شک نہیں... ہمیں اپنے والد سے محبت تھی... ۔"

"تب پھر آپ کے گھر میں زہر کا کیا کام۔" محمود نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہ اس مرتبہ بھی خاموش رہے... کچھ نہ کہہ سکے:

"آپ کی خاموشی آپ کے جرم کا اقرار ہے۔" انسپکٹر جمشید نے گویا اعلان کیا۔

"بیکار کی باتیں کر رہے ہیں آپ... یہ کوئی نکاح تھوڑی ہو رہا ہے کہ آپ کہیں کہ خاموشی کا مطلب اقرار ہے... ہم اب بھی یہی کہیں گے... ہم نے یہ جرم نہیں کیا۔"

"تب پھر وضاحت کیوں نہیں کرتے... آپ نے اس سپیرے سے یہ زہر کیوں خریدا تھا... اسے ایک بھاری رقم کیوں ادا کی تھی۔"

انہوں نے پھر اندھیرے میں تیر چلایا۔

وہ کچھ نہ بولے:

"آپ دیکھ رہی ہیں محترمہ... ہمیں بہت افسوس ہے... آپ کے بیٹوں ہی نے یہ بھیانک جرم کیا ہے۔"

"نہیں نہیں۔" وہ چلا اٹھیں۔

اب انہوں نے موبائل نکالا اور اکرام کو فون کرنے لگے:

"یہ... یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔" ابرار تھر تھر کانپتی آواز میں بولا۔

"آپ کو گرفتار کر کے حوالات تو بھیجنا ہوگا۔"

اسی وقت سب سے چھوٹا بیٹا بول پڑا:

"سنیں! ہم نے یہ جرم نہیں کیا... یہ زہر ہم نے ضرور خریدا تھا اور... اور ہم انہیں قتل کرنا چاہتے بھی تھے... لیکن ہم ایسا کر نہ سکے... ہم ڈر گئے تھے... کہ اگر تفتیش میں ہم مجرم ثابت ہو گئے تو پھانسی کا تختہ ہمارا مقدر بن جائے گا... بس اس خوف کی وجہ سے ہم ایسا نہ کر سکے... ۔"

"اوہ۔" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"لیکن جناب! اس زہر اور اس دوا کی موجودگی میں ہمارے

’’تب پھر یہ زہر یہاں کیوں موجود ہے۔‘‘

’’یہ ہمارے کسی دشمن کی کارروائی ہے۔‘‘ دوسرا بیٹا تڑ سے بولا۔

’’خیر... اگر ہم یہ بات مان لیں ... تو اس دوسری شیشی کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔‘‘

’’یہ ... وہ ... م... ہپ۔‘‘ بڑا بیٹا بڑی طرح ہکلانے لگا... ایک بار پھر ان کے رنگ اڑتے نظر آئے۔

’’آخر اس میں کیا ہے جمشید ... یہ تو صرف آنکھوں کے قطرے ہیں۔‘‘ خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

’’ہاں خان رحمان! اس میں صرف آنکھوں کے قطرے ہیں... لیکن یہ ایسے قطرے ہیں کہ بہت زیادہ لگتے ہیں اور ان کے ڈالنے سے آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں... غالباً یہ موتیا کے آپریشن سے پہلے آنکھوں میں ڈالے جاتے ہیں... آپریشن کے لیے ان کو ڈالنے میں کوئی آسانی ہوتی ہوگی ... لیکن انہوں نے یہ اپنی آسانی کے لیے ڈالنا شروع کر رکھے ہیں ... دوسروں کو دکھانے کے لیے کہ باپ کے غم میں انہیں آنکھیں سرخ نظر آئیں۔‘‘

’’اوہ نہیں۔‘‘ وہ ایک ساتھ چلائے۔

’’اور ان کے گھر میں کسی کا موتیا کا آپریشن ہوا ہوگا... آپریشن

سے پہلے یہ دوا ڈالی گئی ہوگی ... اس وقت ان لوگوں نے دیکھا ہوگا آنکھیں سرخ ہوگئی ہیں ... اب ان حالات میں انہیں یہ دوا یاد آگئی ہوگی... دوا ان کے پاس اس وقت کی بچی ہوئی موجود ہوگی یا انہوں نے اس وقت اس دوا کا نام نوٹ کر لیا ہوگا... کیوں بھئی ... آپ کے گھر میں کس کا آپریشن ہوا تھا، آنکھوں کا۔‘‘

’’میرا!‘‘ ان کی والدہ بول پڑیں۔

’’اوہ۔‘‘ ہم نے ابھی تک آپ کے نام نہیں پوچھے... آپ کا نام؟‘‘

’’میں شائلہ اوکلے ہوں۔‘‘

’’اور آپ پانچوں کے نام۔‘‘

’’ہمارے نام ہیں... ابرار، انوار، اقرار، شاذیہ اور فوزیہ۔‘‘

’’شکریہ! ہاں تو بیگم صاحبہ ... آپریشن آپ کا ہوا تھا ... آپریشن کے بعد یہ دوا ڈالنے کی ہدایت تو نہیں دی تھی ڈاکٹر صاحب نے۔‘‘

’’جی نہیں... وہ شیشی تو اور تھی... معمولی سی لگتی تھی...اس کے ڈالنے سے آنکھیں سرخ نہیں ہوتی تھیں...البتہ جب میں نے آپریشن کرایا تھا، اس سے پہلے جو دوا ڈالی گئی تھی... اس نے میری آنکھوں کو سرخ کر دیا تھا...‘‘

''اب آپ لوگ کیا کہتے ہیں...''

''یہی کہ... ہم نے اپنے والد کو قتل نہیں کیا... آپ بلاوجہ ہم پر الزام دھر رہے ہیں۔''

''اور آپ کو اپنے باپ سے محبت تھی۔''

وہ خاموش رہے... کچھ نہ کہہ سکے:

''آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔''

''اس میں شک نہیں... ہمیں اپنے والد سے محبت تھی...۔''

''تب پھر آپ کے گھر میں زہر کا کیا کام۔'' محمود نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہ اس مرتبہ بھی خاموش رہے... کچھ نہ کہہ سکے:

''آپ کی خاموشی آپ کے جرم کا اقرار ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے گویا اعلان کیا۔

''بیکار کی باتیں کر رہے ہیں آپ... یہ کوئی نکاح تھوڑی ہو رہا ہے کہ آپ کہیں کہ خاموشی کا مطلب اقرار ہے... ہم اب بھی یہی کہیں گے... ہم نے یہ جرم نہیں کیا۔''

''تب پھر وضاحت کیوں نہیں کرتے... آپ نے اس سپیرے سے یہ زہر کیوں خریدا تھا... اسے ایک بھاری رقم کیوں ادا کی تھی۔''

انہوں نے پھر اندھیرے میں تیر چلایا۔

وہ کچھ نہ بولے:

''آپ دیکھ رہی ہیں محترمہ... ہمیں بہت افسوس ہے... آپ کے بیٹوں ہی نے یہ بھیانک جرم کیا ہے۔''

''نہیں نہیں۔'' وہ چلا اٹھیں۔

اب انہوں نے موبائل نکالا اور اکرام کو فون کرنے لگے:

''یہ... یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔'' ابرار تھر تھر کانپتی آواز میں بولا۔

''آپ کو گرفتار کر کے حوالات تو بھیجنا ہوگا۔''

اسی وقت سب سے چھوٹا بیٹا بول پڑا:

''سنیں! ہم نے یہ جرم نہیں کیا... یہ زہر ہم نے ضرور خریدا تھا اور... اور ہم انہیں قتل کرنا چاہتے بھی تھے... لیکن ہم ایسا کر نہ سکے... ہم ڈر گئے تھے... کہ اگر تفتیش میں ہم مجرم ثابت ہو گئے تو پھانسی کا تختہ ہمارا مقدر بن جائے گا... بس اس خوف کی وجہ سے ہم ایسا نہ کر سکے...۔''

''اوہ۔'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''لیکن جناب! اس زہر اور اس دوا کی موجودگی میں ہمارے

نزدیک آپ قاتل ہیں... یا پھر آپ بتا دیں... یہ کام کون کر سکتا تھا... ویسے آپ سے میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' اور وہ کیا ؟''

'' کیا آپ لوگوں نے کرائے کے کچھ قاتلوں سے رابطہ کیا تھا... اور قتل کا یہ کام انہیں سونپا تھا۔''

'' نن نہیں... ہرگز نہیں۔'' وہ چلا اٹھے۔

ایک لمحے کے لیے انسپکٹر جمشید کے چہرے پر حیرت کی بجلی چمکی اور پھر غائب ہو گئی...

انہوں نے اکرام کو ہدایات دی اور موبائل بند کر دیا... جلد ہی اکرام وہاں پہنچ گیا:

'' اکرام انہیں سیٹھ قاسم اوکلے کے قتل کے الزام میں لے جاؤ... یہ دو شیشیاں ثبوت ہیں اس بات کا کہ قتل انہوں نے ہی کیا ہے۔''

''نہیں... نہیں۔'' وہ چلائے۔

'' ابھی عدالت میں کیس چلے گا... آپ کے وکیل آپ کو بے گناہ ثابت کر سکے تو آپ رہا ہو جائیں گے... اور یقین جان لیں... اگر آپ بے گناہ ہیں تو آپ بچ جائیں گے... لیکن میری ایک بات سن لیں۔''

'' ہم تو آپ کی سو باتیں سننے کے لیے تیار ہیں۔'' ابرار نے فوراً کہا۔

'' آپ لوگ اپنے والد کو قتل تو کرنا چاہتے تھے نا... اور آپ کا کہنا ہے کہ پھانسی کے خوف سے ایسا کرنے سے باز رہے... اگرچہ آپ نے زہر خرید لیا تھا۔''

'' جی... جی ہاں ایسی بات ہے۔''

'' تو سنیں... ماں باپ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا ہے کہ انہیں اُف تک نہ کہو... یعنی ان کا اتنا ادب کرو، اتنا ادب کرو کہ اگر ان کی کوئی بات بری لگے تو انہیں اُف تک نہ کہو... اور اگر اُف سے بھی ہلکا کوئی لفظ ہوتا تو اس جگہ وہ استعمال کیا جاتا... مطلب یہ کہ یہ سب سے ہلکا لفظ ہے... یہ تک کہنے کی اجازت نہیں، کہاں آپ چلے تھے، انہیں قتل کرنے... یا پھر آپ ایسا کر چکے ہیں...''

''نہیں نہیں۔'' وہ چلائے۔

'' آپ لوگوں کے نہیں نہیں کرنے سے کچھ نہیں ہوگا... اگر آپ نے جرم کیا ہے تو آپ پھانسی سے نہیں بچ سکیں گے... کیونکہ ماں باپ کے قاتل کو اس دنیا میں بھی سزا مل کر رہتی ہے... اور آخرت میں بھی

... اکرام! اب انہیں لے جاؤ۔"

اکرام کے ماتحت حرکت میں آگئے... بیگم اوکلے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھ رہی تھیں ... آخر انہوں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا:

"کک... کیا واقعی میرے بیٹے اور بیٹیاں باپ کی قاتل ہیں۔"

"اس کا فیصلہ اب عدالت میں ہوگا۔"

"لیکن ابا جان! کیا یہ بات عجیب نہیں۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"تمہارا اشارہ کس طرف ہے فرزانہ۔"

"ہم لوگ تو مجرم کے خلاف مکمل ثبوت حاصل کر کے اسے قانون کے حوالے کرتے ہیں ... اس مرتبہ آپ یہ کیوں کر رہے ہیں ... اگر انہوں نے قتل کیا ہے تو سزا مل کر رہے گی ... یہ کیوں نہیں کہہ رہے ... انہوں نے قتل کیا ہے ... لہٰذا انہیں سزا مل کر رہے گی۔"

"اس احتیاط کی ایک وجہ ہے ... لیکن میں یہ وجہ تم لوگوں کو پھر بتاؤں گا۔" انہوں نے عجیب انداز میں کہا ... پھر سیٹھ صاحب کی بیوہ سے بولے:

"اب آپ اتنے بڑے اس گھر میں اکیلی رہ گئی ہیں ... آپ کے پاس صرف ایک ملازم ہے ... کیا آپ پریشان نہیں ہوں گی۔"

"پریشان تو میں اب بھی ہوں... اور اتنی پریشان ہوں کہ کیا بھی ہوئی ہوں گی ... شوہر قتل ہوگیا ... پانچوں بچے گرفتار ہوگئے ... میرا اب اس دنیا میں رہ کیا گیا ہے۔"

"آپ حوصلہ رکھیں ... ہم آپ کے لیے دو خواتین کو یہاں بھیج دیتے ہیں ... وہ آپ کے ساتھ رہیں گی ... آپ کا پورا خیال رکھیں گی ... وہ ہوں گی بھی نرس ... بیماری کی صورت میں آپ کے کام آئیں گی۔"

"آپ ... آپ بہت اچھے ہیں... کیا پولیس میں اتنے اچھے لوگ بھی ہیں۔"

"جی ہاں! کیوں نہیں۔" خان رحمان نے فوراً کہا اور ساتھ میں مسکرائے بھی۔

اب انہوں نے دو خواتین نرسوں کے لیے فون کیا ... تھوڑی دیر بعد وہ بھی وہاں پہنچ گئیں... انہیں اچھی طرح ہدایات دے کر وہ کوٹھی سے نکل آئے:

"کیا یہ کیس مکمل ہوگیا جمشید۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"آپ کیا محسوس کر رہے ہیں۔" وہ مسکرائے۔

"لگتا ہے... ایک آدھ آنچ کی کسر رہ گئی ہے۔"

"فکر نہ کریں... اگر کوئی کسر رہ گئی ہے تو وہ بھی پوری ہو کر رہے گی..."

"لیکن جمشید... ہم اس کیس کو مکمل کیس کیسے کہہ سکتے ہیں... باس تو ابھی تک آزاد ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... باس کا کردار بہت پراسرار ہے... اور ابھی تک ہم یہ جان بھی نہیں سکے کہ باس ہے کون... وہ کیا چاہتا ہے۔"

"پھر کیا اب اس پہلو سے کام کرنا ہوگا۔"

"نہیں... میں تھکن محسوس کر رہا ہوں... لہٰذا ہم گھر چلیں گے اور کچھ دن آرام کریں گے۔"

"کیا کہا جمشید... تم تھک گئے ہو... اور کچھ دن آرام کرو گے... یہ... یہ ہم نے کیا سنا... کیا ایسا ممکن ہے۔"

"ہاں پروفیسر صاحب! میں بھی آخر انسان ہوں اور اس کیس نے بہت تھکا دیا ہے... لہٰذا میں آرام کروں گا۔"

"چلو پھر... گھر چلتے ہیں۔"

گھر پہنچ اور کھانے سے فارغ ہو کر پروفیسر داؤد نے انسپکٹر جمشید سے کہا:

"بھئی میں تو اب گھر جاؤں گا... خان رحمان تمہارا کیا پروگرام ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ اب چونکہ کچھ زیادہ کرنے کیلئے نہیں ہے... لہٰذا ہمیں اب چلنا چاہیئے۔" خان رحمان نے پوچھا۔

"ہاں! میں یہی کہنا چاہتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے... تو پھر ہم چلتے ہیں۔"

وہ دونوں بھی چلے گئے... شام کی چائے پر محمود نے کہا:

"ابا جان! نہ جانے کیا بات ہے... کچھ عجیب سا لگ رہا ہے... جیسے اس کیس میں ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہے۔"

"اور میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"بلکہ میں تو ان سے بھی دو ہاتھ آگے محسوس کر رہی ہوں۔"

"تم اور دو ہاتھ آگے نہ بڑھو۔" فاروق جل گیا۔

فرزانہ مسکرائی... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا:

"کیس ابھی نامکمل ہے کیونکہ ابھی تک ہم باس تک نہیں پہنچ پائے ہیں۔ اور نہ یہ جان سکے ہیں کہ ہمیں اس کیس میں جان بوجھ کر الجھانے کا کیا مقصد رہا... لیکن ابھی دیکھو اور انتظار کرو... ہو رہے گا کچھ نہ کچھ... تم غور کرو اور اگر کچھ سمجھ میں آئے تو مجھے بھی بتاؤ۔"

"خیر... ہم غور کر لیتے ہیں۔"

... اس طرح دو ہفتے گزر گئے۔

☆☆☆

اس دوران ایک بار انہیں انسپکٹر جمشید کے ساتھ شہر کی ایک بہت پرانی بستی میں جانا پڑا... بھیس بدل کر وہ اس بستی میں جا پہنچے...

یہ ایک انتہائی خطرناک سمجھا جانے والا علاقہ تھا جہاں عام آدمی اکیلے اور بغیر حفاظتی انتظامات کے جائے تو لٹے بغیر واپس نہ آتا تھا... اس علاقے کے بارے میں سب ہی واقف تھے کہ شہر کے تاجروں اور کاروباری افراد کو اغوا کر کے یہیں رکھا جاتا تھا اور پھر ان سے تاوان وغیرہ لے کر چھوڑا جاتا تھا اور کبھی تاوان کی ادائیگی کے باوجود بھی جان سے مار دیا جاتا تھا۔

ساحل سمندر کی طرف جانے والے راستے پر واقع اس بستی کی حالت بے حد خراب تھی... بستی کی پشت پر ساحلی پٹی ہونے کی وجہ سے جرائم پیشہ افراد پولیس کے چھاپے پڑنے پر چھوٹی لانچوں اور اسپیڈ بوٹوں کی مدد سے باآسانی فرار ہونے میں کامیاب ہو جایا کرتے تھے...

حالات یہاں تک پہنچ گئے تھے مجرموں نے اپنے گروپوں کو سیاسی نام دے رکھے تھے... حکومت اور پولیس کے لئے یہ علاقہ دردِ سر بن گیا

تھا۔ لیکن حکومتوں میں شامل سیاسی شخصیات کی پشت پناہی کی وجہ سے ان کے خلاف کبھی کوئی بڑی کارروائی عمل میں نہیں لائی جا سکی تھی۔

لیکن اس رات وہ ناکوپور، یعنی اس پُرخطر بستی میں موجود تھے...

روانہ ہونے سے پہلے انسپکٹر جمشید کو ان کے چہروں پر میک اپ کی کافی مشقت کرنی پڑی تھی... ان کے چہرے میک اپ کے بعد قدرے سانولے اور دھوپ میں جھلسے معلوم ہو رہے تھے... بال میلے کچیلے اور گھنگریالے... گھیردار شلوار قمیض... منہ میں پان... محمود اور فاروق کے ایک ایک کان میں بالیاں چپکائی گئی تھیں...

اس حلیے میں انہیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس علاقے کے رہائشی نہیں ہیں... انسپکٹر جمشید نے انہیں ایڑیاں چپل سے باہر رکھ کر چلنے کی مشق بھی کروائی تھی... اور جب اس میک اپ اور چال ڈھال میں وہ دونوں انسپکٹر جمشید اور فرزانہ کے سامنے آئے تو ہنستے ہنستے فرزانہ کے پیٹ میں بل پڑ گئے...

ویسے انسپکٹر جمشید اور فرزانہ کے اپنے حلیے بھی ان سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھے۔

اپنی جیپ انہوں نے ایک کلومیٹر دور ایک اندھیری گلی میں پارک کر دی تھی... ورنہ جو کوئی بھی بیچارے کچرا چننے والے غریبوں کو جدید ترین

ماڈل کی اس جیپ سے ان حلیوں میں اترتے ہوئے دیکھتا وہ خود کو جاگتے میں خواب دیکھتا محسوس کرتا۔ کوئی غیر ملکی سیاح دیکھتا تو حیران ہوتا کہ اس ملک کے غریب لوگ کس قدر آسودہ حال ہیں۔

ناکو پور میں داخل ہوتے وقت ان کے ہاتھوں میں ایسے بھرے ہوئے بورے تھے جیسے کچرا چننے والوں کے پاس ہوتے ہیں اور واقعی ان میں بھوسی ٹکڑے اور ردی کاغذ ہی بھرا ہوا تھا ... بھول بھلیوں جیسی گلیوں سے گزرتے ہوئے وہ ایک خستہ حال عمارت کے پیچھے جا پہنچے ... سامنے ہی اونچی اونچی سیڑھیوں والا ایک تنگ زینہ ان کا منتظر تھا ... یہاں تک پہنچنے کے دوران تین بار انہیں کچھ غنڈہ ٹائپ لوگوں نے روکا ... ان کے بوروں کی تلاشی لی ... انسپکٹر جمشید نے انہی کی زبان میں ان کے سوالوں کے جواب دیئے ... اور وہ آگے چل پڑے ... آدھے گھنٹے بعد ان کی واپسی ہوئی تو بھرے ہوئے بورے محمود، فاروق اور انسپکٹر جمشید کے کندھوں پر تھے ... اور انسپکٹر جمشید اس علاقے میں بولی جانے والی زبان میں تینوں پر اس طرح بگڑ رہے تھے کہ جیسے کہ وہ یہاں کچھ فروخت کرنے آئے تھے لیکن سودا نہ بن سکنے پر اپنی ناراضگی کا غبار ان پر نکال رہے ہوں ... یہ اور بات ہے کہ واپسی پر ان کے بوروں میں ردی کاغذ کی جگہ تین بیہوش آدمیوں نے لے لی تھی۔

رات گئے وہ واپس اپنے گھر پہنچ چکے تھے ... انہوں نے دیکھا ... انسپکٹر جمشید کا چہرہ کامیابی کے جوش سے تمتما رہا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچ پائے ... البتہ وہ یہ ضرور سوچتے رہے کہ کچھ تو ایسا ہے جو ان کے والد نے انہیں نہیں بتایا ہے۔ ایسے موقعوں پر وہ اپنے والد سے کچھ پوچھنے سے گھبراتے تھے۔

پھر دو دن بعد انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بجی ... دوسری طرف سے کوئی کہہ رہا تھا:

''لوہا گرم ہے سر۔''

☆☆☆☆☆

منصوبہ

''چلو بھئی ... پیغام آ گیا کہ لوہا گرم ہے ...''

''یہ آپ نے کیا کہا ... لوہا گرم ہے۔''

''یہ اشارتی زبان ہے ... میں ذرا غسل خانے میں جا رہا ہوں... تم اپنے دونوں انکلز کو بھی بلا لو۔''

''جی اچھا... کیا ہم انہیں بھی یہی کہیں کہ لوہا گرم ہے۔'' فاروق نے پوچھا۔

وہ ہنس دیے اور غسل خانے کی طرف بڑھ گئے:

''تم فون کرتے ہو یا میں کروں۔'' فاروق نے محمود کی طرف دیکھا۔

''تم ہی شوق پورا کرلو۔'' محمود نے جل کر کہا۔

''جلے بھنے رہتے ہو... آج کل انگارے تو نہیں چباتے۔''

''ابھی اتنی سردی شروع نہیں ہوئی۔'' محمود بولا۔

''اس کا مطلب ہے... شدید سردی میں تم انگارے چباتے ہو۔''
فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

''محاورۃً۔'' محمود مسکرایا۔

''تب پھر محاورۃً چبانے کے لیے سرد موسم کی کیا ضرورت ہے؟''
فرزانہ نے فوراً کہا۔

''اب تم سے کون مغز مارے۔''

''حد ہوگئی ... بھائی پہلے فون تو کرلو ... مغز بعد میں مارتے رہنا... ورنہ ابا جان غسل خانے سے باہر آجائیں گے اور ہمیں کھری سنائیں گے ... اس وقت ہمارا وہی حال ہوگا تین میں نہ تیرہ میں۔''

''کوئی اور محاورہ رہ گیا ہو تو وہ بھی شامل کرلو۔''

''شامل کرنے کو تو میں کیا شامل نہیں کرسکتی... بس تمہارا خیال آ گیا... اب پہلے فون پھر کوئی اور بات۔''

فاروق نے بڑا سا منہ بنایا اور خان رحمان کے نمبر ملائے...
ان کی آواز سنتے ہی اس نے کہا:

''انکل لوہا گرم ہے۔''

''اچھی بات ہے... ہائیں کیا کہا لوہا گرم ہے ... یہ گرم لوہے کا ... سے کیا تعلق نکل آیا ... بھائی میں ہیروں کا کاروبار کرتا ہوں ...

لوہے کا نہیں۔"

"جی ہاں! اسی لیے تو میں نے کہا ہے کہ لوہا گرم ہے۔"

"تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے ... ہوتا رہے لوہا گرم ... مجھے اس سے کیا۔"

"اوہو ... انکل ... سمجھا کریں... یہ اشاراتی زبان ہے۔"

"اوہو اچھا... ٹھیک ہے ... سمجھ گیا۔" انہوں نے فوراً کہا۔

"کیا سمجھ گئے آپ۔"

"بس وہی جو سمجھانے کے لیے تم نے فون کیا ہے۔"

"اور وہ کیا۔"

"میں آ رہا ہوں۔"

"ارے واہ ... آپ تو واقعی سمجھ گئے ... اللہ کا شکر ہے۔" فاروق نے کہا اور فون بند کر دیا۔

"ہے کوئی تک ... ایک ذرا سی بات کو کتنے جملوں میں گھسیٹ لے گئے۔" محمود تلملا کر بولا۔

"اس قدر سفید جھوٹ تو نہ بولو ... میں کہاں گھسیٹ لے گیا ہوں ... اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔"

"پروفیسر انکل رہ گئے۔" فرزانہ نے گویا یاد دلایا۔

"اوہ ہاں... واقعی۔"

اور پھر اس نے پروفیسر داؤد کے نمبر ملائے ... ان کی آواز سنتے ہی وہ بولا: "انکل لوہا گرم ہے۔"

"ہائیں... کس نے گرم کر دیا اسے۔"

"ابا جان نے۔"

"تب تو ٹھیک ہی کہا ہوگا۔"

"تو آپ سمجھ گئے۔"

"اوہ تو یہ معاملہ سمجھنے اور سمجھانے کا ہے ... خیر میں آ رہا ہوں... تم بھی کیا یاد کرو گے۔"

اور پھر دونوں ان کے ہاں پہنچ گئے ... اس وقت تک انسپکٹر جمشید اور وہ تینوں بالکل تیار ہو چکے تھے:

"یار جمشید ... یہ تم نے لوہا کب سے گرم کرنا شروع کر دیا۔"

"جب سے لوگ سیدھے نہیں رہے۔"

"کیا مطلب؟"

"باس کا سراغ لگا لیا گیا ہے ... اور ہم سیٹھ اوکلے کے ہاں جا رہے ہیں۔"

"ہائیں ... مطلب یہ کہ باقی ماندہ کیس کے حل ہونے کا وقت

آگیا ہے۔''

''ہاں! اللہ کی مہربانی ہے۔''

''چلو پھر بسم اللہ کرو ... ہم پندرہ دن تک شدید الجھن میں رہے ہیں ... ویسے یار جمشید ... اس کیس میں کچھ زیادہ دن نہیں لگ گئے۔'' خان رحمان نے کہا۔

''ہاں! یہی بات ہے... لیکن اس کی بھی وجہ تھی۔''

''اور وہ کیا تھی۔''

''اب چل رہے ہیں... وہیں بات ہو جائے گی۔''

''بس تمہاری یہ عادت نہ گئی ... بات کو سسپنس کی چادر میں لپیٹتے جاتے ہو۔'' پروفیسر داؤد نے مسکرا کر کہا۔

''واقعی میں اپنی اس عادت کے ہاتھوں مجبور ہوں۔''

اور پھر وہ وہاں سے روانہ ہوئے... دروازے پر پہنچے تو خفیہ فورس کا انچارج سبزی والے کے میک اپ میں ایک طرف نظر آیا... انسپکٹر جمشید کو دیکھتے ہی اس نے مخصوص اشارہ کرکے اپنی موجودگی کا سگنل دیا۔ دوسری طرف اکرام بھی تھا... دونوں لپک کر ان کی طرف آئے:

''ہر طرح خیریت تو ہے نا۔''

''جی بالکل۔''

''وہ پانچوں آگئے...''

''گاڑی انہیں لے کر آنے ہی والی ہے ... وہ دیکھیے ... گاڑی آتی نظر آرہی ہے۔''

انہوں نے دیکھا... جیل کی گاڑی چلی آرہی تھی ... وہ وہیں رک گئے... اکٹھے ہی اندر چلیں گے ... اکرام اور نمبر1... آپ لوگ پوری طرح ہوشیار ہیں نا...''

''جی بالکل ... فکر نہ کریں۔''

''اچھی بات ہے۔''

اتنے میں گاڑی وہاں پہنچ گئی ... سیٹھ اودکلے کے بیٹوں اور بیٹیوں کو گاڑی سے اتارا گیا ...ان کے چہرے اترے ہوئے تھے... گال اندر کو پچک گئے تھے... برسوں کے بیمار لگ رہے تھے... اور ان کا یہ حال صرف پندرہ دن میں ہوا تھا...

گاڑی سے اتر کر ان کی طرف اس طرح آئے جیسے ٹانگوں میں سکت نہ ہو۔ انہوں نے کب جیل کا منہ دیکھا تھا... ہوش سنبھالنے کے بعد سے ہی انہوں نے تو صرف عیش وغیرہ دیکھی تھی... وہ سونے کا چمچ منہ میں لے کر پیدا ہوئے تھے... جیل کی تکالیف سے تو وہ زندگی میں پہلی بار واقف ہوئے تھے۔ اور ابھی تو وہ ریمانڈ پر تھے ... ان کا

خیال تھا کہ مقدمہ تو ابھی شروع ہونا باقی تھا ... اگر ضمانت ہو جاتی تو اور بات تھی ورنہ نہ جانے کتنا عرصہ انہیں جیل میں گزارنا پڑتا۔

آخر وہ ان کے نزدیک آگئے... آتے ہی ابرار نے کہا:

''انسپکٹر صاحب... یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔''

''جو جرم کیا ہے ... اس کی سزا مل کر رہے گی۔''

''ہم نے اپنے والد کو قتل نہیں کیا۔''

''قتل کرنا تو چاہتے تھے نا۔''

ان کے سر شرم سے جھک گئے:

''قتل کی پوری تیاری تو کر لی تھی نا...''

وہ اب بھی کچھ نہ بولے:

''اور قتل کرنے سے رک اس لیے گئے تھے کہ کہیں پکڑے نہ جائیں اور پھانسی کے تختے پر نہ چڑھنا پڑے ... یعنی باپ کی محبت کی وجہ سے نہیں رکے تھے تم ... وہ تو تمہیں تھی ہی نہیں۔''

''آپ ... آپ کا مطلب ہے ابا جان... یہ پانچوں قاتل نہیں ہیں۔'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

''میں نے یہ نہیں کہا... اس کا فیصلہ اندر چل کر ہوگا ... آج دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا... اور انہیں پتا لگ جائے گا۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے ... آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں۔''

''مجھے تو تم سے اس سے بھی دو ہاتھ آگے بڑا سلوک کرنا چاہیے تھا... لیکن میں اپنی نرم دلی کی وجہ سے کر نہیں سکا۔''

''آخر ہم نے ایسا کیا کیا ہے۔'' انوار جھلا کر بولا۔

''یہ کیا کچھ کم ہے کہ تم نے باپ سے نفرت کی ... انہیں زہر دینے کی تیاری بھی کر لی ... کیا یہ جرم کم ہے ... پھر انہیں زہر دے دیا گیا ...اب تم لوگوں کا کہنا ہے کہ زہر تم نے نہیں دیا ... حالانکہ ثبوت تم لوگوں کے سراسر خلاف ہیں... اب آؤ۔''

محمود نے آگے بڑھ کر سیٹھ قاسم اوکلے کی کوٹھی کے دروازے کی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ ایک نئے ملازم نے دروازہ کھولا:

''معلوم ہوتا ہے ... پرانے ملازمین کو فارغ کر دیا گیا ہے۔''

''مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ نوکری چھوڑ کر چلا گیا ہے۔'' ملازم نے بتایا۔

''اوہ اچھا ... بیگم صاحبہ کو بتائیں... انسپکٹر جمشید ان سے ملنے کے لیے آئے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے ساتھی بھی ہیں۔''

''جی اچھا!''

وہ اندر چلا گیا ...انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ... جلد

ہی اس کی واپسی ہوئی: ''تشریف لائیے۔'' اس نے کہا۔

وہ اس کے پیچھے چلتے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے:

''آپ تشریف رکھیں... وہ ابھی آتی ہیں۔''

''اچھی بات ہے۔''

ملازم چلا گیا... تین منٹ بعد بیگم اوکلے اندر داخل ہوئی... ان سے چند قدم پیچھے پچیس تیس سال کا ایک نوجوان شخص بھی کمرے میں آیا ... انہوں نے دیکھا اس نے تھری پیس سوٹ پہنا ہوا تھا، اور ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بریف کیس تھا... انہیں لگا... وہ بیگم اوکلے کے احترام میں کچھ جھکا جھکا سا چل رہا تھا۔

''السلام علیکم۔'' بیگم اوکلے نے کمزور آواز میں کہا۔

''وعلیکم السلام... خیر تو ہے... آپ بہت کمزور لگ رہی ہیں۔''

''جی ہاں! میں بیمار ہوں... میرے معدے میں شدید گڑبڑ ہے... اس سے اس قدر کمزوری ہوگئی ہے کہ بتا نہیں سکتی۔''

''تب تو ہم نے آپ کو تکلیف دی۔''

''کوئی بات نہیں... آپ فرمائیے... کیسے تشریف آوری ہوئی۔''

''ان کی تعریف؟'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

''مل کے جنرل منیجر... ملز کے کچھ اہم معاملات کے بارے میں

مجھے مطلع کرنے آئے تھے... اور کچھ دستاویزات پر دستخط بھی کروانے تھے... اس وقت اتفاق سے یہ آئے ہوئے تھے۔''

''ٹھیک ہے... آپ بھی تشریف رکھیے۔''

وہ سب بیٹھ گئے:

''آپ کا نام کیا ہے؟''

''ایاز اختر۔'' اس نے بارعب انداز میں کہا۔

''ہوں!!'' اتنا کہہ کر وہ بیگم اوکلے کی طرف متوجہ ہوئے:

''بیگم صاحبہ... میں آپ کے بچوں کو بھی ساتھ لایا ہوں۔''

''اوہو اچھا... اس کا مطلب ہے... ان کی ضمانت ہوگئی ہے۔''

وہ چونکیں: ''اللہ کا شکر ہے...''

''میں انہیں اندر بلواتا ہوں۔''

انہوں نے موبائل فون کے ذریعے اکرام کو ہدایات دیں... جلد ہی وہ ان پانچوں کے ساتھ اندر داخل ہوا... انہوں نے اپنی ماں کی طرف دیکھا اور نظریں جھکا لیں:

''اللہ کا شکر ہے کہ تمہاری ضمانتیں ہوگئی ہیں۔''

''ہوئی تو نہیں ہے لیکن شاید جلد ہی کیس کا فیصلہ ہوجائے... سزا ہوجائے گی ورنہ بری کر دیے جائیں گے!'' ان کے بجائے انسپکٹر جمشید

ا۔

''آؤ میرے بچو... میرے سینے سے لگ جاؤ۔''

وہ ایک ساتھ اٹھے اور اپنی والدہ سے چمٹ گئے... اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے... ان کے انداز میں ندامت تھی، شرمندگی تھی، پچھتاوا تھا۔ چند منٹ اسی طرح گزر گئے پھر آنسوؤں کا یہ طوفان تھما۔ ایسے میں شاہد نے کہا:

''لیکن ہم پھر یہی کہیں گے کہ ہم نے اپنے والد کی جان نہیں لی... ہم تو بس شرمندہ ہیں کہ ہم نے ایسا سوچا بھی کیوں۔''

''ہم تو آپ کو بتانے آئے ہیں کہ آپ کے علاوہ کوئی اور بھی ہے جو سیٹھ صاحب کی جان کے درپے تھا۔''

''میں بہت بے چینی محسوس کر رہی ہوں بتایئے پھر۔''

''میں بتاؤں گا... لیکن ذرا تفصیل کے ساتھ... اور اپنی بات پوری کرنے کے بعد میں آپ کو ایک بہت زبردست تحفہ بھی دوں گا۔''

''تحفہ... آپ کچھ پراسراری باتیں کر رہے ہیں۔''

''یہ ان کی عادت ہے... آپ برا نہ مانیں۔'' فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

''نہیں نہیں... میں کیوں برا مانتی۔''

''ایک شخص بلکہ ایک تنظیم نے ایک منصوبہ بنایا تھا... بہت پراسرار منصوبہ... اس کیس کے دوران دراصل ہم سب اس کے منصوبے کی لپیٹ میں رہے ہیں... بری طرح چکرانا پڑا ہمیں... منصوبہ تھا ہی اس قدر چکر دار... بلکہ پیچ دار۔''

''آخر کیا...؟'' وہ بولیں۔

''یہ منصوبہ قتل کا تو تھا ہی نہیں...''

''کیا مطلب... تو پھر کس کا تھا۔''

''سیٹھ قاسم اور کلے کی مل پر قبضے کا منصوبہ تھا۔''

''کیا!!!''

وہاں موجود سب لوگ چلا اٹھے۔

سوائے انسپکٹر جمشید کے۔

☆☆☆☆☆

حیرت میں حیرت

ان کے چہروں پر حیرت کا ایک عجیب عالم نظر آیا۔ سیٹھ اوکلے کے بیٹوں اور بیٹیوں کا حال سب سے بڑا تھا:

''دو تین بالکل لاتعلق لوگوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ سیٹھ قاسم اوکلے کی مل بہت بڑی ہے ... ملک میں سب سے زیادہ منافع کما رہی ہے ... تو کیوں نہ اس پوری مل پر ہاتھ صاف کر دیا جائے۔''

''نن ... نہیں ... بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔'' شائستہ نے چلا کر کہا۔

''ہاں! ظاہر میں یہی کہا جائے گا کہ یہ کیسے ممکن ہے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''اس موقعے پر ہم تو پھر یہی کہیں گے ... ممکن ہونے کو اس دنیا میں کیا ممکن نہیں ہوسکتا۔'' فاروق نے شوخ انداز میں کہا۔

''دھت تیرے کی ... بے کوئی تک ۔'' محمود نے جلا کر کہا۔

انسپکٹر جمشید نے ان دونوں کو تیز نگاہوں سے دیکھا... گویا وہ

انہیں سنجیدگی اختیار کرنے کے لیے کہہ رہے تھے:

''یہ ممکن ہے محترمہ عین ممکن ہے ... بلکہ یہ تو ہو بھی چکا ہے۔''

''کیا کہہ رہے ہیں ... مل اس وقت بھی میرے ہاتھ میں ہے۔'' بیگم قاسم حیرت زدہ لہجے میں بولیں۔

''میں وضاحت کرتا ہوں ... میں کہہ رہا تھا کہ چند افراد نے یہ منصوبہ بنایا کہ سیٹھ قاسم اوکلے کی مل ہتھیا لی جائے... یہ کوئی معمولی منصوبہ نہیں تھا ... انہوں نے اپنی سوچ بچار کی ساری طاقت صرف کر دی ... ذہن ان کے پہلے سے مجرمانہ تھے، بلکہ اصل آدمی تو منجھا ہوا جرائم پیشہ ہے ... اپنے انہیں مجرمانہ ذہنوں سے انہوں نے کام لیا ... اور آخر منصوبہ ترتیب دے ڈالا ... ان کا منصوبہ یہ تھا کہ سیٹھ اوکلے کو زہر دیا جائے ... لیکن اس طرح کہ قاتل ان کے بیٹوں کو ٹھہرایا جائے ... اور وہ اس طرح کہ نظر یہ آئے جیسے ان کے بیٹوں نے یہ کام کرائے کے کسی قاتل سے لیا ہے ... کرائے کے قاتل کے طور پر راشد سعید سے کام لیا گیا ... پہلے اسے پارک میں میرے بچوں کے پاس بٹھایا گیا... پھر اسے رقعہ دیا گیا ... اس میں اسے حکم دیا گیا کہ وہ سیٹھ قاسم اوکلے کی کوٹھی پہنچ جائے ، وہاں جا کر ملازمت اختیار کر لے... اس کی ملازمت کا بھی انہوں نے خود ہی سامان مہیا کر لیا تھا... اس سلسلے میں انہوں نے

اجمل برادرز نام کا ایک جعلی دفتر بھی کھولا ... تاکہ معاملہ گول ہی گول ہوتا چلا جائے ... کسی کی سمجھ میں نہ آئے کہ چکر کیا ہے ... ہم لوگ اس چکر میں خوب چکر کھاتے رہے ...

'' اور خود کو گھن چکر محسوس کرتے رہے۔'' فاروق پھر بول پڑا۔

'' تم پھر بولے۔''

'' مم ... معافی چاہتا ہوں۔''

'' مجرم حضرات نے میرے بچوں کو بھی خوب چکر دیے ... ان سب چکروں کا مقصد بس اتنا تھا کہ ہم یہ بات جان لیں اور اس پر یقین کر لیں کہ یہ سارا چکر سیٹھ اوکلے کے بیٹے اور بیٹیاں مل کر چلا رہے ہیں... اور پھر جب ہمیں اس گھر سے زہر کی شیشی اور آنکھیں سرخ کرنے والے قطرے مل گئے تو بس سمجھ لیں ... کہ یقین ہی تو آ گیا کہ یہی مجرم ہیں اور یہی ہمارے مجرم چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ لوگ جیل چلے جائیں ... ان پر قتل کا مقدمہ قائم ہو جائے اور ادھر بیگم اوکلے کا مل پر قبضہ ہو جائے۔'' انہوں نے ایک جھٹکے سے کہا۔

'' کیا ... کیا مطلب ؟'' کئی آوازیں ابھریں۔

'' کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ سارا منصوبہ میں بنا رہی تھی ... خود اپنے بچوں کے خلاف ... آپ کو ایسی بات منہ سے نکالتے ہوئے

شرم آنی چاہیے ... یہ مل تو پہلے ہی ہماری ہے... ہم اس پر کیوں قبضہ کرنے لگے ... کوئی تک ہے اس بات کی۔'' بیگم اوکلے نے جھلا کر کہا۔

'' تب پھر آپ ہی بتائیں ... آخر سیٹھ صاحب کو کس نے قتل کیا ہے ... ۔''

'' مجھے کیا معلوم ... یہ آپ کا کام ہے ... آپ معلوم کریں ... یہ کام کس کا ہے ...'' وہ چلا اٹھیں۔

انسپکٹر جمشید مسکرا دیے اور بولے:

'' آپ ذرا اپنے انداز پر غور کریں... تھوڑی دیر پہلے آپ پرسکون تھیں... معمول کے مطابق بات کر رہی تھیں...اب آپ کا لہجہ بدل گیا ہے... آپ کی آواز بدل گئی ہے... آخر کیوں؟''

'' اس لیے کہ آپ نے مجھے غصہ دلا دیا ہے ...اور نہیں تو کیا۔''

'' تو آپ غصہ نہ کریں نا۔'' فرزانہ مسکرائی ۔

'' ہاں واقعی ... مجھے غصہ نہیں کرنا چاہیے ... لیکن بات آپ کی غلط ہے ... آخر میں یہ کام کیوں کرتی ... اور کیا میں ایسا منصوبہ بنانے کے قابل ہوں۔''

'' مجھے آپ پر حیرت اس وقت ہوئی تھی ... جب آپ اچانک

میرے گھر آگئی تھیں اور مجھے بتانے لگی تھیں کہ آپ نے اپنے گھر میں یہ عجیب منظر دیکھا ہے کہ خود آپ کے بچے باپ کے قتل ہونے پر خوشیاں منا رہے ہیں ...''

'' حد ہوگئی ... آپ پھر غلط کہہ گئے ... وہ میں نہیں تھی۔''

'' اوہ ! یہ تو میں بھول ہی گیا کہ وہ آپ نہیں تھیں کوئی اور تھی ... جس کا تعاقب ان تینوں نے کیا تھا ... اور پھر ان پر پتھروں کی بارش کی گئی تھی ... اور آپ وہاں سے بچ نکلی تھیں ... میرا مطلب ہے ... وہ آپ نہیں تھیں کوئی اور تھیں ... لیکن ...'' انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر رک گئے :

'' لیکن کیا ...'' کیا آوازیں ابھریں۔

'' اس وقت جب آپ نے بدلی ہوئی آواز میں ... یعنی غصے کی حالت میں آپ نے جب بات کی تو آپ کی آواز بدل گئی تھی ... اور آپ کی آواز بالکل اسی عورت جیسی ہوگئی تھی ... جو مجھ سے ملنے کے لیے آئی تھی ...''

'' کیا مطلب ؟'' اس مرتبہ خود ان کے ساتھی حیرت کے عالم میں چلائے۔

'' ہاں بھئی ... یہی بات ہے ... میں تم لوگوں کو ان کی وہ گفتگو سنا

سکتا ہوں اور اس وقت کی گفتگو بھی ... جب ہم یہاں آئے تھے ... اس وقت ان کی آواز اور تھی ... بعد میں بدل کر ویسی ہوگئی ... جیسی اس دن تھی ... لیکن میں وہ آوازیں فی الحال نہیں سنوا رہا ... ہاں اگر یہ ضد کریں گی تو ضرور سنا دوں گا۔''

'' آپ ... آپ کا مطلب ہے ... یہ سارا چکر بیگم صاحبہ چلا رہی تھیں۔'' منیجر مارے حیرت کے چلا اٹھا ... اس کے چہرے پر نفرت پھیل گئی۔

'' یہ ... یہ غلط ہے ... میں وہ عورت ہرگز نہیں ہوں ... میں بیگم قاسم اوکلے ہوں۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

'' نہیں محترمہ ... وہ عورت آپ ہی تھیں ... یا یوں کہہ لیں کہ اس روز آپ ہی آئی تھیں۔'' انسپکٹر جمشید نے سرد لہجے میں کہا۔

'' ہم میں سے کوئی اس بات پر یقین کرنے کیلئے تیار نہیں ہے ... ہماری ماں ... ایسا نہیں کر سکتی ... کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ ... افسوس۔''

'' افسوس تو خیر آپ پر بھی ہے ... آپ لوگ بھی تو باپ کو قتل کرنے کی ٹھان چکے تھے۔''

'' ہاں واقعی! ہم بہت برے ہیں ... بہت ہی برے ... لیکن اب

کیا ہوگا۔"

"ہوگا کیا... ہمارے پاس ان کے خلاف مکمل ثبوت ہے... لہٰذا ہم اب انہیں گرفتار کریں گے ... اور عدالت میں انہیں مجرم ثابت کریں گے ..."

"نن نہیں... آپ کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے ... اچھا چلیں... آپ بتائیں، آپ کے پاس میرے خلاف کیا ثبوت ہے۔"

"ثبوت کی بات نہ کریں... ہمارے پاس جب تک ثبوت نہیں ہوتا... ہم گرفتار نہیں کرتے ... اور آپ کو بھی ثبوت دکھا کر ہی گرفتار کریں گے... کیا سمجھیں۔"

"اچھی بات ہے... ثبوت دکھائیں۔"

"ہمارے پاس ایک عدد گواہ موجود ہے۔"

"کیا!!!" وہ سب ایک ساتھ چلائے۔

☆☆☆☆☆

سبق

... اس گواہ نے اصل مجرم اور اور اس کے ساتھی کی فون پر ہونے والی گفتگو سن لی تھی۔"

"اوہ اوہ۔" ان سب کے منہ سے نکلا۔

"لیکن اس چشم دید گواہ کو آپ عدالت میں کیسے پیش کریں گے۔" شائلہ زہریلے انداز میں بولی۔

"پہلے میں اس گواہ پیش کرتا ہوں... عدالت کی بات بعد میں دیکھی جائے گی۔" انھوں نے کہا۔

اب انھوں نے اکرام کے نمبر ملائے اور بولے:

"انہیں اندر لے آؤ۔"

"او کے سر۔"

جلد ہی اکرام ایک شخص کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ اس نے اپنا چہرہ کپڑے سے چھپا رکھا تھا۔

"یہ ہیں ہمارے چشم دید گواہ۔"

"اور یہ کون ذات شریف ہیں... انھوں نے چہرہ کیوں چھپا رکھا ہے... کیا انھیں اپنا چہرہ دکھاتے ہوئے شرم آ رہی ہے۔"

"ہاں! انھیں اس بات پر شرم آ رہی کہ لوگوں کا خون کس قدر سفید ہوگیا ہے... دولت کی خاطر کیسے کیسے رشتوں کا قتل کر ڈالتے ہیں... ان سے ملیے... آپ کو ان سے مل کر خوشی ہوگی، یہ تو میں نہیں کہہ سکتا... اور خوشی تو شاید ان پانچوں کو بھی نہ ہو... لیکن اس ساری کہانی کے بعد شاید یہ عقل کے ناخن لے لیں... اور ان کے حق میں بہتر بھی یہی ہے کہ یہ اپنے باپ کے مقام کو پہچانیں۔"

اب وہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے:

"اب آپ اپنا چہرہ انھیں دکھا دیں۔"

اس نے کپڑا ہٹا دیا... وہ سب ایک بار پھر بری طرح اچھلے...

سیٹھ قاسم ان کے سامنے اداس انداز میں کھڑے تھے...

"آپ... آپ... زندہ ہیں؟" بیگم اوکھلے کے منہ سے کپکپاتی آواز نکلی... وہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ یہ کپکپاہٹ خوشی سے بھرپور تھی یا خوف سے آلودہ۔

"ہاں! اللہ کو ابھی میری زندگی منظور تھی... ان حضرات نے بہترین

ڈاکٹروں اور سرجنوں کے ذریعے علاج کروا کر مجھے بچا لیا... بس اللہ نے نئی زندگی عطا کر دی... لیکن جو حالات سامنے آئے ہیں... وہ روح تک کو زخمی کر دینے والے ہیں... اللہ ہم سب کو معاف فرمائے... میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں کن لوگوں کے ساتھ زندگی گزار رہا ہوں... میری تو اولاد تک میری موت چاہتی تھی... پیچھے رہ کیا گیا... اب میں اس گھر میں کس کے ساتھ زندگی بسر کروں گا... کیا مزہ ہے اس زندگی میں اب۔"

یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے... باقی لوگوں کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے...

"ہاں تو سیٹھ صاحب... آپ نے جو کہانی مجھے سنائی تھی... ہم چاہتے ہیں کہ وہ آپ ان سب کے سامنے دہرا دیں..."

اسی وقت مل کے جنرل منیجر ایاز اختر کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی:

اس نے جیب سے فون نکالا اور اسے آن کرتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا... پھر ایک منٹ بعد واپس آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور بولا:

"میری والدہ کا فون تھا... اس لیے ریسیو کرنا لازم تھا۔"

"کیوں نہیں... کیوں نہیں... والدہ سے بلند تر مقام تو کسی کا بھی نہیں ہوسکتا... آپ نے بہت اچھا کیا۔" انسپکٹر جمشید نے تعریفی انداز

میں اس کی طرف دیکھا اور مسکرائے ...

محمود ، فاروق، فرزانہ بری طرح چونکے ... انسپکٹر جمشید کی اس مخصوص مسکراہٹ نے ان کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجا دی تھیں۔

اسی وقت انسپکٹر جمشید اکرام کی طرف مڑے:

'' اکرام! بیگم اوکلے کو لے جاؤ ... بیٹوں اور بیٹیوں کی ضمانت ہوچکی ہے ... وہ یہاں رہیں گے ... جب کیس چلے گا... دیکھا جائے گا ... ویسے بھی سیٹھ صاحب زندہ بچ گئے ہیں... یہ پسند کریں گے تو کیس ویسے ہی خارج ہوجائے گا... تاہم یہ سیٹھ صاحب کی مرضی ہے... اگر انہوں نے ان دونوں کو یا کم ازکم اپنی بیوی کو معاف کر دیا تو یہ بھی سزا سے بچ سکتی ہیں... ہمارا کام ختم ہوچکا... لہٰذا ہم تو رخصت ہوتے ہیں۔''

اکرام کے ماتحتوں میں موجود لیڈی پولیس اہلکار آگے بڑھیں اور لگیں بیگم اوکلے کو لے جانے ... ان کے چہرے پر جیسے غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا... ان کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا... وہ مڑ مڑ کر سیٹھ صاحب کی طرف دیکھنے لگیں ... اس امید پر کہ سیٹھ صاحب شاید انھیں معاف کر دیں گے... لیکن وہ جوں کے توں کھڑے رہے ... اور ماتحت ان کو لے کر نکل گئے...

جنرل منیجر ایاز اختر ایک طرف خاموش کھڑا تھا... اسے سیٹھ صاحب نے روک لیا تھا... اپنی بیوی کے باہر جانے کے بعد سیٹھ صاحب بولے:

'' انسپکٹر صاحب... مجھے اس اولاد کی بھی ضرورت نہیں... ان کے دل پتھر ہیں... ان سے کہہ دیں... یہ میرے گھر سے نکل جائیں ... میں اپنی دنیا نئی بساؤں گا... مجھے سب سے زیادہ اعتماد ایاز اختر پر ہے ... اب میں اسے اپنی تمام کاروبار اور جائیداد کا نگران بنا دوں گا... بلکہ سب کچھ اسی کے نام کر دوں گا... میں اب جینا نہیں چاہتا... اس دنیا سے اب میرا دل اچاٹ ہوگیا ہے۔''

''یہی مناسب ہے... انھیں ان کے کیے کی سزا ملنی ہی چاہیے، تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ... اور جہاں رہائش اختیار کرو... پولیس اسٹیشن میں اپنا پتا وہاں لکھوا دینا... تاکہ جب عدالت تمھیں طلب کرے... تمھیں نوٹس دیے جاسکیں...''

اب ان کے رونے کی آواز ابھرنے لگی، لیکن سیٹھ صاحب ٹس سے مس نہ ہوئے... آخر ان سب کو کوٹھی سے رخصت ہونا پڑا...

ان کے چلے جانے کے بعد سیٹھ صاحب نے ایاز اختر سے کہا:

'' تم شاید مجھے سنگدل خیال کر رہے ہو... لیکن اسی وقت انھیں معاف کر دینا خود ان کے حق میں بہتر نہیں... انھیں کچھ مدت ٹھوکریں

کھانے دو... انہیں معلوم تو ہو... انھوں نے کیا کیا ہے۔''

'' آپ نے بالکل درست فیصلہ کیا ہے... انھیں سبق ملنا چاہیے۔'' ایاز اختر کے منہ سے نکلا۔

اور پھر وہ ان سے رخصت ہو کر باہر آگئے ...

ایاز اختر سیٹھ صاحب کے پاس ہی رک گیا تھا... سیٹھ قاسم اوکلے نے اس سے کہا تھا کہ وہ آئندہ کے معاملات پر اس سے کچھ مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔

باہر نکل کر اور جیپ میں بیٹھ کر فاروق بولا: '' ہم تینوں کچھ الجھن سی محسوس کر رہے ہیں... ایسا لگ رہا ہے ہم سے کچھ غلطی ہوئی ہے۔''

'' ہاں! یہ بات تو ہے۔'' انسپکٹر جمشید عجیب سے انداز میں بولے۔ ساتھ ہی انہوں نے جیپ اسٹارٹ کی اور سڑک پر آگئے۔

'' کیا مطلب؟'' فرزانہ چونکی۔

'' مطلب یہ کہ کیس ابھی ختم نہیں ہوا...''

'' کیا مطلب...'' اس بار محمود کے منہ سے نکلا۔

'' اب کیا مطلب... کیا مطلب ہی کرتے رہو گے یا یہ بتاؤ گے بھی... کہ کیسی الجھن محسوس کر رہے ہو...''

'' یہی تو ہم سمجھ نہیں پا رہے...''

'' کیا تم میں سے کسی کو یہ خیال نہیں آیا کہ وہ کہانی کیا تھی جو سیٹھ صاحب سنانے والے تھے ... اور وہ دو تین لوگ کہاں ہیں جو بیگم اوکلے کے ساتھ اس جرم میں شریک تھے ...''

'' ہاں ... یہی وہ الجھن تھی ... جو ہمیں ستا رہی تھی۔'' فرزانہ سر کھجاتے ہوئے بولی۔

'' کیا جوئیں پڑ گئی ہیں بالوں میں جو سر کھجانے کی ضرورت پیش آگئی ...'' فاروق چڑانے والے انداز میں بولا۔

'' اور تم کیا مرچیں چبا کر آئے ہو جو زبان قینچی کی طرح چل رہی ہے ...'' فرزانہ جھلا اٹھی۔

اسی وقت ان کی جیپ ایک جھٹکے کے ساتھ رکی ... وہ چونک اٹھے:

'' کیا ہوا ابا جان ... آپ نے جیپ کیوں روک دی ...''

'' اگر اپنے اطراف نظر دوڑا لیتے تو یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہ پیش آتی۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اب انہوں نے گھوم کر چاروں طرف دیکھا:

'' اوہ یہ تو سیٹھ اوکلے کے گھر کے پچھلے حصے کی دیوار ہمارے سامنے ہے ...'' فرزانہ بڑبڑائی۔

'' یعنی ہم سڑک سے گھوم کر دوسری طرف سے یہاں آئے ہیں۔''

یہ ایک سنسان سی جگہ تھی جہاں جھاڑیاں کثرت سے تھیں ... اس طرح وہ ایک ایسے مقام پر موجود تھے جہاں سے وہ سیٹھ اوکلے کے مکان پر نظر رکھ سکتے تھے لیکن انہیں کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا ... ان کی جیپ اور مکان کے درمیان میں ایک ٹوٹی پھوٹی سی دیوار تھی ... ایک طرح سے وہ اس دیوار کی آڑ میں کھڑے تھے۔

شام کے سائے ڈھل چکے تھے ... ویسے بھی دسمبر کے دن تھے ... دن چھوٹے اور راتیں طویل تھیں ... سرد ہوا کے جھونکے وہ اپنے چہروں سے ٹکراتے محسوس کر رہے تھے:

''اوہ ... اوہ ...'' فاروق کے چہرے پر جوش طاری ہو گیا۔

''کیوں بھئی ... تمہیں کیا ہوا ...'' محمود نے اسے گھورا۔

''میں سمجھ گیا ... ابا جان کا منصوبہ کیا ہے ...''

''بڑا تیر مارا تم نے ... یہ تو سامنے کی بات ہے ...''

''سامنے کی بات ہے تو بتا دو ہم یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔''

''دراصل ابا جان کا خیال ہے بلکہ وہ یہ معلوم کر چکے ہیں کہ سیٹھ اوکلے کی مل پر قبضے کا پلان کس کا ہے ... اور جس کا بھی یہ پلان ہے وہ آج رات کسی وقت اس کے بقیہ حصے پر عمل کرنے یہاں آئے گا۔''

''لیکن کیا مجرم اتنی جلدی اگلا قدم اٹھا سکتا ہے ... ابھی تو ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا ...'' فرزانہ نے حیرت سے اپنے والد کی طرف دیکھا۔

''دراصل مجرم کے تین اہم ساتھی ہمارے قبضے میں ہیں ... اور یہ بات اسے بدحواس کرنے کیلئے کافی ہے ... اور یہی بدحواسی ان لوگوں کو جلد بازی اور غلطی پر مجبور کر دے گی ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''یعنی آپ جو کچھ بھی کر رہے ہیں ... سوچی سمجھی اسکیم کے تحت کر رہے ہیں۔''

''ہاں ... کسی حد تک ... لیکن مجرم بھی کم چالاک نہیں ہیں ... اوپر سے وہ بہت طاقتور بھی ہیں ... ممکن ہے کہ یہ سارا معاملہ وزیر اعظم اور صدر مملکت تک جا پہنچے ...''

''اس کا مطلب ہے ... ایک بار پھر ہمارا واسطہ ایسے جرائم پیشہ گروہ سے ہے جو گرفتاری سے بچنے کیلئے سیاست کا نام استعمال کرتے ہیں۔''

''ایسے ہی گروہ اس طرح کے منصوبے بنا سکتے ہیں کہ کسی کی مل پر قبضہ کر لیں یا کسی کا مکان اور جائیداد ہتھیا لیں ... اور پھر اپنی سیاسی پارٹیوں کے وزیروں اور اپنی سفارش پر بھرتی کروائے سرکاری افسروں

کے ذریعے کسی کی بھی جائیداد کو اپنے نام منتقل کروالیں..."

"ایسے کیس تو آج کل بہت عام ہیں..." فاروق کے منہ سے نکلا۔

☆☆☆

انہیں اسی طرح جیپ میں بیٹھے بیٹھے چار گھنٹے گزر گئے...

رات کے سائے گہرے ہو چلے تھے... چاند کی آخری تاریخیں تھیں اس لئے اندھیرا اس قدر تھا کہ زیادہ دور اندھیرے کی سیاہی کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا:

"آخر ہمیں شام ہی سے یہاں آکر بیٹھنے کی کیا ضرورت تھی... چار گھنٹے گھر میں گزار کر اس وقت بھی تو آسکتے تھے..."

"اور اگر مجرم دو گھنٹے پہلے ہی اپنا کام کر کے نکل چکا ہوتا تو ہم کیا کرتے..." فرزانہ جھلا کر بولی۔

"کریں گے تو اس جب... جب کچھ دکھائی دے گا... اندھیرا اتنا ہے کہ وہ آئے اور اپنا کام کر کے نکل بھی جائے تو بھی ہمارے فرشتوں کو پتا نہ چلے۔" فاروق نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"ارے ارے لڑو نہیں... اب میں اتنا بھی اناڑی نہیں کہ اس اندھیرے کا انتظام کئے بغیر چل پڑتا..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

ساتھ ہی انہوں نے سیٹ کے نیچے ہاتھ ڈالا... ان کا ہاتھ جب باہر آیا تو اس میں گاگلز تھے... ایک نہیں... دو نہیں... پورے چار...

"لو... انہیں پہن لو... یہ نائٹ وژن گاگلز ہیں..."

"یہ تو ایسا لگ رہا ہے کہ میں ساون کا اندھا ہوں۔"

"کیا مطلب..." محمود اور فرزانہ ایک ساتھ بولے۔

"ہاں بھئی... کیا تم نے وہ محاورہ نہیں سنا... ساون کا اندھا ہرا دیکھتا ہے... ان نائٹ وژن گاگلز کو لگاتے ہی سب ہرا ہرا نظر آرہا ہے۔"

اس وقت تک محمود اور فرزانہ بھی اپنے اپنے گاگل پہن چکے تھے:

"ارے ہاں... واقعی!" دونوں کے منہ سے پھر ایک ساتھ نکلا۔

"بس یہ خیال رکھنا کہ اسے لگا کر تیز روشنی کی طرف نہ دیکھنا..." انسپکٹر جمشید نے انہیں خبردار کیا۔

"اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی گائے کی آنکھوں پر لگا کر سوکھی گھاس کے میدان میں چھوڑ دیا جائے تو سرسبز سمجھ کر خوشی خوشی کھالے گی اور اللہ کا شکر ادا کرے گی..."

"تم تو بس ایسی ہی بیوقوفی کی باتیں سوچا کرو... جن کا نہ کوئی سر نہ پیر..."

"تو تم سوچ لیا کرو ایسی باتیں جن کے ناک، کان، اور سینگ ہوتے ہیں ..."

اسی وقت انہوں نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھا ....

☆☆☆

کوٹھی کی دیوار کے ساتھ زمین کا ایک گول ڈھکن نما ٹکڑا اپنی جگہ سے آہستگی سے اٹھا اور ان کے دیکھتے ہی دیکھتے سیدھا ہو کر دوسری طرف لڑھک گیا ... پھر زمین میں سے ایک سر باہر آیا ... پھر دوسرا ... پھر تیسرا ... اور پھر ایک لاش یا بیہوش جسم ....

نائٹ وژن گاگلز میں سے ان کو یہ منظر سبز رنگ میں نہایا ہوا نظر آرہا تھا ... تینوں آدمیوں کے چہرے ربڑ جیسی نقابوں میں چھپے ہوئے تھے جو کھال کی طرح ان کے چہروں پر جیسے منڈھ دی گئی تھیں۔ ایک کے بائیں ہاتھ میں نائن ایم ایم پستول بھی تھا:

"یہ کس کو اٹھا کر لا رہے ہیں ..."

"یہ تو اب دیکھنا ہوگا ..."

"کیا خیال ہے ابا جان ... ان کو یہیں کیوں نہ چھاپ لیا جائے۔" محمود نے سرگوشی کی۔

"ابھی نہیں ... لیکن اس کا بھی انتظام کرلیا گیا ہے ..."

"اوہ ... آپ کا مطلب ہے کہ انکل اکرام کی ٹیم یا خفیہ فورس ان کا استقبال کرنے کیلئے آس پاس ہی موجود ہیں ..." محمود کی سرگوشی ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"ہاں ... لیکن خفیہ فورس کو ہدایات یہ ہیں کہ ان کے ٹھکانے تک تعاقب کریں اور پھر میرے فون کا انتظار کریں ..."

"تو کیا ... آپ پہلے سے جانتے تھے کہ یہ لوگ یہاں سے باہر نکلیں گے ..."

"کسی حد تک ..." وہ اتنا کہہ کر چپ ہوگئے۔

اس وقت وہ تینوں بیہوش آدمی کو لے کر ان کے قریب سے گزر رہے تھے ... بیہوش آدمی کے چہرے پر نظر پڑتے ہی محمود، فاروق، فرزانہ نے بڑی مشکل سے خود کو اچھلنے سے بچایا ... اور پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ جھاڑیوں میں گم ہوگئے ... یہ جانے بغیر کہ دوسری طرف خفیہ فورس والے ان کے استقبال کیلئے موجود ہیں:

"یہ ... یہ تو ..." فرزانہ کے منہ سے کھوئے کھوئے لہجے میں نکلا۔

"ہاں ... وہی ..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ایسا لگ رہا ہے ... آج آپ ہماری بے چینی سے لطف اندوز ہورہے ہیں ... کچھ تو بتائیں یہ سب کیا ہو رہا ہے ..."

'' اس کیس میں تم لوگوں نے کوئی بڑا تیر نہیں مارا ... میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ بھی اپنے دماغ استعمال کرو ... کہیں زنگ نہ لگ جائے ... آؤ اب چلیں۔'' یہ کہتے ہوئے انہوں نے جیپ اسٹارٹ کی ... اسے ریورس گیئر میں ڈالا اور الٹا چلاتے ہوئے سڑک تک آگئے ...

گلی میں داخلے کے راستے پر ایک سیکورٹی گارڈ بیٹھا نظر آیا ... بیچ سڑک میں لوہے کا بیریئر بھی بند تھا... چار پانچ گھنٹے پہلے جب وہ گلی میں داخل ہو کر جھاڑیوں کی سمت آئے تھے ... نہ گارڈ تھا اور نہ ہی بیریئر بند تھا ... شاید اسے مغرب کے بعد وہاں بٹھایا جاتا تھا ...

جب سے شہر میں ڈکیتیاں اور دہشت گردی عام ہوئی تھی ... محلے والوں نے اپنی مدد آپ کے تحت اپنے علاقوں کی نگرانی کیلئے پرائیوٹ سیکورٹی گارڈز کی خدمات حاصل کرلی تھیں ... جو کہیں چوبیس گھنٹے اور کہیں سر شام اپنی ڈیوٹیاں سنبھالا کرتے تھے ...

اب انہیں اپنے والد کی موقع شناسی پر حیرت ہوئی کہ وہ یہ جانتے تھے کہ اس محلے میں رات کو داخل ہونا آسان نہ ہوتا ... اس لئے وہ شام ڈھلنے سے پہلے ہی وہاں جا پہنچے تھے۔

گارڈ نے آگے بڑھ کر بیریئر اٹھایا ... انسپکٹر جمشید نے ایک جھٹکے کے ساتھ جیپ آگے بڑھا دی ... اب وہ ایک بار پھر مین روڈ پر آ چکے

تھے۔ تھوڑی دیر بعد انہیں محسوس ہوا کہ انسپکٹر جمشید بے مقصد ہی سڑکوں پر جیپ دوڑا رہے ہیں ... شاید وہ کسی بات کا انتظار کر رہے تھے۔

'' اب کیا پروگرام ہے ابا جان ...'' محمود نے پوچھا۔

'' تمہارا کیا خیال ہے ...''

'' میرا خیال ہے کہ ہم سیٹھ قاسم اوکلے کے گھر جائیں گے ...''

'' اور میرا خیال یہ ہے کہ آپ خفیہ فورس کی طرف سے کسی اطلاع کا انتظار کر رہے ہیں ... اس کے بعد ہی ایکشن میں آئیں گے۔'' فرزانہ نے کہا۔

'' تم بتاؤ فاروق ...''

'' ویسے تو میرا بھی یہی خیال ہے جو محمود اور فرزانہ کا ہے ... ان دونوں پر میری محنت ضائع نہیں ہوئی ... مجھے لگتا ہے یہ دونوں درست نتیجے پر پہنچے ہیں ...'' فاروق نے بزرگانہ انداز میں کہا اور پھر شرارت سے مسکرایا۔

'' اوہو ... بڑے آئے ہم پر محنت کرنے والے ... تم سے اور ...''

اس کا جملہ درمیان میں ہی رہ گیا۔

اسی وقت انسپکٹر جمشید کے موبائل فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

☆☆☆☆☆

معرکہ

انسپکٹر جمشید نے فون کا اسپیکر آن کر دیا ... دوسری طرف خفیہ فورس کا انچارج تھا ... وہ کہہ رہا تھا:

'' سر ... وہ لوگ گیاری کے ایک پرانے فلیٹ میں داخل ہوئے ہیں ... ہمارے آدمی چاروں طرف پھیلے ہوئے ہیں ... لیکن یہ علاقہ بہت خطرناک ہیں ... ان لوگوں کو یہاں سے زندہ نکال لے جانا مشکل ثابت ہوسکتا ہے ... یہاں ایک دوسرے کے دشمن جرائم پیشہ گروہ ایک دوسرے پر حملے کرتے رہتے ہیں ... ''

'' ٹھیک ہے ... تم فی الحال اپنے شکار پر نظر رکھو ... جیسے ہی میرا ایس ایم ایس ملے ... کارروائی شروع کر دینا ... انہیں ہر حال میں زندہ گرفتار کرنا ہے ... یہ بہت اہم ہے ... اوور اینڈ آؤٹ ... ''

یہ کہہ کر انہوں نے موبائل آف کر دیا۔

'' چلو بھئی ... آخری معرکے کیلئے تیار ہو جاؤ ... ''

'' اباجان ... اس طرح تو امی جان کہتی ہیں کہ چلو اسکول جانے کیلئے تیار ہو جاؤ ... اور ہم یونیفارم پہن کر تیار ہو جاتے ہیں ... لیکن ہم یہاں کیسے تیار ہوں گے ... '' فاروق کہتا چلا گیا۔

'' بے تکی باتیں کرنا تو کوئی تم سے سیکھے ... '' فرزانہ بھنا گئی۔

'' اور بے پر کی اڑانا بھی ... '' محمود نے لقمہ دیا۔

'' ویسے فاروق کی بات کچھ ایسی غلط بھی نہیں ... '' انسپکٹر جمشید سنجیدگی سے بولے۔

'' ہائیں اباجان ... آپ کی ای کی طرف داری کر رہے ہیں۔ ''

'' دراصل ... تیاری سے میرا مطلب یہ تھا کہ تم لوگ اپنے کھلونا ہتھیار چیک کرلو ... شاید لڑائی کی ضرورت پیش آجائے۔ ''

'' ہمارے کھلونا ہتھیار تو ہمیشہ ہمارے ساتھ ہوتے ہیں ... '' محمود خوش ہو کر بولا۔

اسی وقت انسپکٹر جمشید نے جیپ کو بریک لگائے ... ان کی منزل آ پہنچی تھی ... تینوں نے دیکھا ... وہ ایک بار پھر سیٹھ قاسم ادکھلے کے گھر کے سامنے کھڑے تھے۔

'' ہم یہاں کیوں آئے ہیں اباجان ... اب یہاں کون ملے گا ... سیٹھ صاحب کی بیگم اور بچے تو پہلے ہی جا چکے ہیں ... اور سیٹھ صاحب

کے ساتھ جو ہوا وہ تو ہم جانتے ہی ہیں۔''

''بس دیکھتے جاؤ...'' وہ جیپ سے اترتے ہوئے مسکرائے۔

دروازے کی گھنٹی بجائی گئی... فوراً ہی ایک ملازم نے دروازہ کھولا۔

''سیٹھ صاحب سے ملنا ہے...''

ملازم ان کو پہچانتا تھا... سامنے سے ہٹتے ہوئے بولا:

''مالک... سامنے ڈرائنگ روم میں ہی بیٹھے ہیں... آپ چلے جائیں اندر...''

''اوہ اچھا!... منیجر صاحب بھی ہیں یا چلے گئے...''

''جی ہاں... وہ بھی ہیں... اور تین مہمان بھی آئے تھے... وہ بھی اندر ہی ہیں...''

''بھئی تم ایسا کرو... ہمارے ساتھ ہی چلو... مناسب نہیں ہیں کہ ہم ایسے ہی منہ اٹھائے اندر داخل ہو جائیں...''

''آئیے صاحب...'' وہ مؤدبانہ انداز میں جھکا اور پھر ان کے آگے چل پڑا۔

ڈرائنگ روم کے دروازے پر پہنچ کر محمود، فاروق، فرزانہ کو حیرت کا زبردست جھٹکا لگا... البتہ انسپکٹر جمشید بالکل پرسکون تھے... سامنے والے صوفے پر سیٹھ قاسم اوکھلے نہایت اطمینان سے براجمان تھے۔ ان کے

سامنے بہت سارے کاغذات اور فائلیں میز پر بکھری ہوئی تھیں... اور وہ ان میں سے ایک کاغذ پر کچھ لکھ رہے تھے۔ اطراف کے صوفوں پر تھری پیس سوٹ میں ملبوس تین آدمی بھی بیٹھے تھے۔ ان میں سے دو کے سینوں پر لگے کارڈوں سے پتا چلتا تھا کہ وہ کسی بنک کے افسران تھے... تیسرے کو انسپکٹر جمشید ویسے ہی پہچانتے تھے... وہ تھے رشید بلگرامی... شہر کے بڑے وکیل...

انہیں اچانک اپنے سامنے دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے... سیٹھ قاسم اوکھلے کے علاوہ وہاں جنرل منیجر ایاز اختر بھی موجود تھا... اس کے ہاتھ میں بھی ایک فائل تھی...

حیرت کی بات یہ تھی کہ انہیں دیکھ کر سیٹھ صاحب تو اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں... لیکن ایاز اختر نے آگے بڑھ کر ان سے بوکھلائے ہوئے انداز میں ہاتھ ملایا۔

ہاتھ ملاتے ہوئے انسپکٹر جمشید نے اس کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ صاف محسوس کی۔

''آپ کے ہاتھ کیوں کانپ رہے ہیں ایاز اختر صاحب...'' انسپکٹر جمشید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''کک... کچھ نہیں... شش... شاید سردی کا اثر ہے...''

''لیکن سردی تو... باہر ہے ... اس کمرے کا درجۂ حرارت تو خاصا خوشگوار ہے ...''

ایاز اختر آئیں بائیں شائیں کر کے رہ گیا۔

''کیسے آنا ہوا انسپکٹر صاحب۔'' سیٹھ قاسم اوکلے کے ہونٹ ہلے۔

''گزر رہے تھے یہاں سے ... سوچا ایک کپ چائے پیتے چلیں اور آپ کی خیریت بھی دریافت کر لیں ... آخر اتنے بڑے صدمے سے گزریں ہیں آپ ...'' انسپکٹر جمشید عجیب سے انداز میں مسکرائے۔

دوسری طرف محمود، فاروق، فرزانہ ساری صورتحال سمجھ چکے تھے ... ان کے ہاتھ اپنی اپنی جیبوں میں موجود کھلونا ہتھیاروں پر جمے ہوئے تھے ...

''مجھے اجازت دیں سیٹھ صاحب ... آپ کے ساتھ میٹنگ میں وقت کا پتا ہی نہ چلا ... بہت دیر ہو چلی ہے ... کل صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا ...'' ایاز اختر دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

''ارے ایاز اختر صاحب ... آپ چلے گئے تو سیٹھ صاحب کو کون بتائے گا کہ کونسے کاغذات پر دستخط کرنے ہیں ... یہ بیچارے تو مارے جائیں گے بے موت ...''

''کیا کہا آپ نے ... مارے جائیں گے بے موت ... ویسے اگر

میں غلطی پر نہیں تو آپ انسپکٹر جمشید ہیں ...'' وکیل رشید بلگرامی نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا۔

''اور میں بھی آپ کو پہچانتا ہوں بلگرامی صاحب ...'' انسپکٹر جمشید نے آگے بڑھ کر ان سے ہاتھ ملایا۔

''لیکن یہ کیا کہا ... اس بات کا کیا مطلب کہ سیٹھ صاحب مرے ہیں ...''

''یہ تو آپ کو ایاز اختر ہی بتائیں گے ...''

''م ... کک .. کیا ؟''

''اچھا چلیں ... یہ تو بتائیں کہ یہاں اس وقت کیا چل رہا ہے ۔''

ایاز اختر نے سیٹھ قاسم کی طرف دیکھا اور انہوں نے ایاز اختر کی طرف ... اسی وقت سیٹھ قاسم اوکلے کو کھانسی کا دورہ پڑ گیا ... اور وہ لگے کھانسنے اور زور زور سے سانس لینے ... ساتھ ہی کھانستے کھانستے سینے پر ہاتھ رکھ کر صوفے پر دوہرے ہو گئے۔

ان کی حالت دیکھ کر وکیل اور بنک افسران پریشان ہو گئے:

''ارے ! سیٹھ صاحب کو سانس کا دورہ پڑ گیا ... مجھے افسوس ہے صاحبان ... اب سیٹھ صاحب کو آرام کرنا ہوگا ... آپ حضرات کو کل ایک بار پھر زحمت کرنی ہوگی ...'' یہ کہہ کر ایاز اختر تیزی سے سیٹھ قاسم کی

طرف بڑھا اور ان کو سہارا دے کر ڈرائنگ روم سے گھر کے اندرونی حصے کی طرف لے جانے لگا۔ سیٹھ قاسم کی کھانسی تھی کہ رکنے میں نہیں آ رہی تھی۔

اسی وقت ایک دھماکا ہوا...

☆☆☆

دھماکے کے ساتھ ہی کمرے میں سناٹا چھا گیا... سب لوگ بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھنے لگا... بیچارے بنک والوں کی تو سٹی ہی گم ہوگئی... وہ ان حالات کے عادی کہاں... سیٹھ قاسم اور ایاز اختر بھی جہاں تھے وہیں جم کر رہ گئے...

''کک... کیسا دھماکا تھا یہ... آواز کمرے کے اندر ہی سے آئی تھی۔''

''وہ... میں نے ٹافی کھائی تھی...'' فرزانہ مسکرائی۔

''ہائیں... ٹافی کا دھماکا... یہ کیسے ہوسکتا ہے...''

''ٹافی کا دھماکا... یہ تو کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے...''

''اس پورے کیس میں بیچارے کو ایک بھی نام نہیں ملا تھا... شکر ہے... ایک تو ملا...''

''یہ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں یہ بچے... یہاں ہماری جان پر

بن آئی تھی اور ان کو مذاق سوجھ رہا ہے...'' ایک بنک افسر نے منہ بنا کر کہا۔

''لیکن اس دھماکے سے ایک فائدہ تو ہوا... اور وہ یہ کہ سیٹھ صاحب کھانسنا بھول گئے... میرا مطلب ہے ان کی کھانسی رک گئی۔''

وہ سب بری طرح چونکے... سیٹھ صاحب کی کھانسی رک چکی تھی... لیکن فرزانہ کی بات سن کر شاید ان کو بھی اس کا احساس ہوگیا تھا... اور انہوں نے نئے سرے سے کھانسنے کی تیاری شروع کردی تھی...

''بس سیٹھ صاحب... اب آپ کتنا بھی کھانس لیں... ہم نے آخر آپ کو پھانس ہی لیا...''

''کک... کیا مطلب...'' ایاز اختر اور وہ ایک ساتھ پلٹے۔

''مطلب یہ ہے کہ... سیٹھ قاسم اور کلے... تمہارا کھیل ختم ہوگیا... بنک والوں اور وکیل کی موجودگی میں پوری جائیداد اور کاروبار پر قبضہ کرنے کا منصوبہ ناکام ہوگیا... اور اب یہ ثابت کرنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگے گی کہ اصل معاملہ کیا ہے...''

''انسپکٹر جمشید! یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں... بھلا کوئی اپنے ہی کاروبار پر کیسے قبضہ کرسکتا ہے...'' وکیل صاحب بلند آواز میں بولے۔

''ابھی آپ کے سامنے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا

...بس دیکھتے جایئے ..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

بات کرتے کرتے انہوں نے اپنے موبائل کا ایک بٹن دبایا ... ساتھ ہی پہلے سے لکھ رکھا ایک میسج خفیہ فورس کے انچارج کے موبائل کیلئے روانہ ہوگیا۔

وکیل اور بنک افسران کا حیرت کے مارے برا حال تھا ... ان کیلئے یہ سب کچھ ایک سنسنی خیز فلم کے منظر سے کسی طرح کم نہ تھا۔ سیٹھ اوکلے اور ایاز اختر تو جیسے اپنی جگہ جم سے گئے تھے۔

عین اسی وقت ... اچانک گھپ اندھیرا چھا گیا ... پھر ایک طرف سے کسی پستول نے شعلہ اگلا ... اسی لمحے انسپکٹر جمشید نے بجلی کی تیزی سے چھلانگ لگائی اور محمود، فاروق اور فرزانہ کو لپیٹ میں لیتے ہوئے دائیں طرف جا گرے ... ساتھ ہی ان کے عین پیچھے شوکیس کا شیشہ زوردار چھناکے سے ٹوٹا... اگر انہیں سیکنڈ کے ہزارویں حصے کی بھی دیر ہوجاتی تو پستول کی گولی ان میں سے کسی نہ کسی کا مزاج تو پوچھ ہی چکی ہوتی۔

فائر کے ساتھ ہی کمرے میں بھگدڑ سی مچ گئی ...

انسپکٹر جمشید زمین پر لیٹے لیٹے ہی تیزی کے ساتھ فائر کی سمت بڑھے ... اچانک انہیں اپنے نائٹ وژن گاگلز کا خیال آیا جو ان کے کوٹ کی

اندرونی جیب میں موجود تھے ... گاگلز لگاتے ہی انہوں نے دیکھا کہ سیٹھ اوکلے اور ایاز اختر کمرے سے غائب تھے ... انہوں نے بیرونی دروازے کی طرف نظر دوڑائی لیکن وہاں کوئی نہ تھا ... شاید ملازم بھی ڈر کر چھپ گیا تھا۔ وہ اندرونی حصے کی طرف بڑھے ...

"محمود اور فرزانہ ... تم دونوں کسی طرح چھت پر پہنچو ... فاروق ... تم میرے ساتھ آؤ ..." یہ کہہ کر وہ دوڑ پڑے ... چند ہی سیکنڈ میں وہ مکان کے پائیں باغ میں تھے ... اور پھر دیوار کے ساتھ ہی انہیں زمین میں ایک گول دہانہ نظر آیا جیسا انہوں نے مکان کے باہر دیکھا تھا ... انسپکٹر جمشید نے فاروق کو اشارہ کیا ... اور اس نے جیب سے ایک پنسل تراش نکال کر دہانے میں پھینک مارا ...

دیکھتے ہی دیکھتے سوراخ سے دھواں نکلنا شروع ہوگیا ... اور ساتھ ہی کھانسنے کی آوازیں ابھریں ... پھر پہلے ایک سر اور اس کے بعد اس سر سے جڑا پورا جسم باہر آگیا ... وہ کھانستے کھانستے بے دم ہو رہا تھا ... انہوں نے دیکھا ... وہ سیٹھ اوکلے تھے ... جو بری طرح کھانس رہے تھے ... فرق صرف اتنا تھا کہ اس بار اس کی کھانسی بالکل اصلی تھی ... سو فیصد اصلی ... اور پھر اسی طرح کھانستے کھانستے وہ بیہوش ہوگیا ...

البتہ ایاز اختر کا کہیں پتا نہ تھا۔

اسی وقت ان کے سروں سے کوئی دس فیٹ اوپر ایک سرخ رنگ کی باریک سی شعاع لپکی ... ساتھ ہی چھت کی سمت سے محمود چلایا:

"وہ مارا ..." اس کی آواز جوش سے بھری ہوئی تھی۔

"مارنے والے سے بچانے والا بڑا ہوتا ہے ..." فاروق نے بلند آواز میں اسے گویا جواب دیا۔ انداز کچھ ایسا تھا کہ انسپکٹر جمشید بھی مسکرائے بغیر رہ نہ سکے۔

"توبہ ہے تم سے ... غلط جگہ محاورہ استعمال کرنا تو کوئی تم سے سیکھے۔" فرزانہ کی جھلائی ہوئی آواز آئی۔ اس وقت تک محمود اور فرزانہ چھت کی منڈیر تک آچکے تھے اور وہ ایک دوسرے کو نائٹ گاگلز کی مدد سے صاف دیکھ سکتے تھے۔

"کیا رہا محمود ... کون نشانہ بنا تمہاری لیزر گن کا ..."

"شاید ایاز اختر ... لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس کا کوئی ساتھی ہو ... اتنے فاصلے سے چہرہ دکھائی نہیں دے رہا ... لیکن شرٹ کا کلر نیلا ہے ... اور ایاز اختر نے بھی یہی رنگ پہنا ہوا تھا۔"

"ویسے یہ لیزر گن بھی پروفیسر انکل کی حیرت انگیز ایجاد ہے ... اس کی شعاع جس کو بھی لگتی ہے ... کچھ دیر کیلئے اس کے اعصاب شل ہو جاتے ہیں ... ہاتھ پاؤں کام چھوڑ دیتے ہیں ..." محمود نے کہا۔

"اس کیس میں پروفیسر انکل کے سائنسی کھلونے ہمارے بہت کام آئے ... فرزانہ کی ٹافی، فاروق کا پنسل تراش اور اب یہ لیزر ..."

اسی وقت انسپکٹر جمشید کے فون کی گھنٹی بجی ...

☆☆☆

ایک گھنٹے بعد سیٹھ قاسم اوکلے کے گھر میں ہر طرف پولیس، محکمۂ سراغرسانی اور رینجرز اہلکار نظر آرہے تھے ... محمود کی مفلوج کر دینے والی لیزر شعاع والی گن سے بیہوش ہو جانے والا ایاز اختر ہی تھا ... اسے ہوش میں لایا گیا تھا ... اور اس وقت اس کی حالت خاصی پتلی تھی ... سیٹھ قاسم اوکلے اور ایاز اختر کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ سیٹھ قاسم کی حالت تو ایسی تھی جیسے برسوں کا بیمار ... اس کی شکل ہی بگڑی ہوئی نظر آتی تھی۔

دوسری طرف خفیہ فورس کے انچارج نے انسپکٹر جمشید کا پیغام ملتے ہی ان لوگوں پر دھاوا بول دیا تھا ... دھاوا کیا تھا ... کمانڈو ایکشن تھا ... اور تین منٹ کے اندر اندر خفیہ فورس کے دس سے زائد کمانڈوز اپنا ہدف حاصل کر کے وہاں سے نکل چکے تھے ... انچارج کی رپورٹ کے مطابق اس کارروائی کے دوران ایک مجرم ہلاک ہوگیا تھا ... لیکن جسے اغوا کر کے لے جایا گیا تھا اسے ایک خراش تک نہ آئی تھی ... اور پھر انسپکٹر جمشید

کی ہدایت کے مطابق خفیہ فورس والے اسے یہاں چھوڑ گئے تھے۔ اس کا چہرہ ایک چادر میں لپٹا ہوا تھا ... اور اس وقت ان کے ساتھ ہی موجود تھا ... حیرت کا ایک سمندر ان کی آنکھوں میں موجزن تھا۔

محمود، فاروق، فرزانہ اپنے والد سے بات کرنے کیلئے بے چین تھے ... انہوں نے ایک دو بار ان سے کچھ پوچھنے کی کوشش بھی کی لیکن جواب ملا:

''ابھی بتاتا ہوں ... ایسی بھی کیا جلدی ہے ...''

اور وہ مسمسی صورت بنا کر رہ گئے۔

اسی وقت بیگم قاسم اوکلے اندر داخل ہوئیں ... ان کے ساتھ ان کے بیٹے اور بیٹیاں بھی تھے۔

انسپکٹر جمشید نے خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ ان کا استقبال کیا ... وہ سب کرسیوں اور صوفوں پر بیٹھ گئے ... انسپکٹر جمشید کی ہدایت پر دوسرے کمروں سے بھی کرسیاں منگوا کر ڈرائنگ روم میں رکھ دی گئی تھیں کیونکہ وہاں لوگ زیادہ تھے اور کرسیاں کم ...

پھر انسپکٹر جمشید اٹھ کر کھڑے ہوگئے ... کمرے میں خاموشی چھا گئی ... انہوں نے چاروں طرف نظر دوڑائی ... پھر کہنا شروع کیا:

''دراصل اس کیس نے ہمیں بہت چکر دیے ... ناکوں چنے چبوا

دیے ... ایک کے بعد ایک مجرموں کی چالیں اتنی ہنگامہ خیز تھیں اور پلان اس قدر مکمل تھا کہ اگر مجرم اجمل برادرز والی غلطی نہ کرتے تو شاید ابھی اصل مجرموں تک پہنچتے پہنچتے بہت وقت لگ جاتا ... یہ میری زندگی کے مشکل ترین کیسوں میں سے ایک ثابت ہوا ... اس کی جڑیں اس سے کہیں زیادہ گہری تھیں جتنا کہ ہم نے شروع میں اندازہ لگایا تھا ... اس کے پیچھے سیاسی پشت پناہی پر پلنے والے بھتہ خور گروہوں کا ہاتھ تھا ... یہ گروہ پہلے پہل اپنے علاقوں کے تاجروں کو ڈرا دھمکا کر بھتے کی رقمیں وصول کرتے تھے ... دوسرے مرحلے میں ان لوگوں نے تاجروں اور دولت مند شہریوں کو اغوا کر کے تاوان وصول کرنا شروع کیا ... اس طرح آہستہ آہستہ ان گروہوں کی دولت اور طاقت بڑھتی چلی گئی ... اپنی طاقت اور اثر و رسوخ کے بل پر انہوں نے جوئے خانے چلانے شروع کر دیے ... جب پولیس نے ان پر ہاتھ ڈالنا چاہا تو یہ مختلف سیاسی پارٹیوں میں شامل ہوگئے اور اپنی گرفتاریوں اور اپنے خلاف مقدموں کو سیاسی انتقام کا نام دینے لگے ... سیاسی پارٹیاں بڑے بڑے چندوں کے لالچ میں ان کی حمایت اور سرپرستی کرنے لگیں ... ان کی گرفتاریوں پر سیاسی احتجاج ہونے لگتے اور حکومتیں گھبرا کر ان کو چھوڑ دیتیں ... اس سے یہ اور شیر ہوتے گئے ... غیر قانونی اسلحے کی اسمگلنگ، منشیات اور ہر

طرح کے جرائم میں ملوث ہونے کے ساتھ ساتھ انہوں نے کاروباری فراڈ کے طریقے بھی سیکھ لئے ... ان کے واردات کرنے کے طریقے بہت انوکھے ہوتے ہیں ... پہلے یہ معلومات حاصل کرتے ہیں کہ کون سی کمپنی منافع میں جا رہی ہے ... اس کے مالکان کون ہیں ... پھر چند ساتھیوں کو اپنی سیاسی جماعت کے کسی وزیر کی سفارش پر اس فرم میں اونچے عہدوں پر ملازمت دلواتے ہیں ... اب یہاں سے ان لوگوں کا کام شروع ہوتا ہے ... کہیں یہ کمپنی کے مالکان کے درمیان سازش کے بیج بوتے ہیں اور کہیں یہ مالک کے گھر والوں کے درمیان عدم اعتماد پیدا کر کے اور انہیں جائیداد پر قبضہ کرنے کے جھوٹے الزام میں پھنسا کر مالک کا بھروسا جیت لیتے ہیں ... اور پھر مناسب وقت پر مالک کی جگہ اس کے سیٹ اپ میں کوئی اور شخص سنبھال لیتا ہے ... اور پھر باقاعدہ قانونی طریقے سے وکیلوں اور بنک افسران کی موجودگی میں تمام جائیداد اپنے نام منتقل کر لیتے ہیں ... بنک اور وکیل کے فرشتوں کو بھی نہیں پتا چلتا کہ ان کے ساتھ کیسا ہاتھ ہوگیا ... اور یہی کچھ سیٹھ قاسم اوکھے کے ساتھ بھی کیا گیا ...''

یہاں تک کہہ کر وہ رک گئے ... کمرے میں موت کا سناٹا طاری تھا ... سب لوگ حیرت سے آنکھیں پھاڑے اور منہ کھولے ان کی بات سن

رہے تھے ...

سب سے زیادہ حیرت بیچارے بنک افسران کے چہروں سے ٹپک رہی تھی ... انہیں اور وکیل بلگرامی کو انسپکٹر جمشید نے خاص طور پر روکا تھا ... ورنہ اس ہڑبونگ کے بعد ان کی ہوائیاں اڑ چکی تھیں ...

''محکمۂ سراغرسانی کے افسران تو خیر میرے ساتھ ہوتے ہی ہیں ... لیکن رینجرز اور پولیس کے اعلیٰ افسران کو یہاں اس لئے دعوت دی گئی کہ وہ بھی کچھ عرصے سے ایسی وارداتوں میں ملوث گروہوں کو پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں ... ہم اس کیس کو ایک عام سا کیس خیال کر رہے تھے لیکن اجمل برادرز نامی ایک جعلی فرم کا اچانک سامنے آنا اور غائب ہو جانا ... اور پھر مجرموں کا نہایت منظم طور پر کام کرنا ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کر گیا کہ یہ دو چار یا آٹھ دس لوگوں کی ٹیم کا کام نہیں بلکہ اس کے پیچھے طاقتور مافیاؤں کا ہاتھ ہے ... جب ہم نے تفتیش کی تو یہ بات ثابت ہوگئی اور ہم جان گئے کہ ایاز اختر وہ مہرہ ہے جس کی راہ پر چل کر ہم اس سازش کی جڑ تک پہنچ سکتے ہیں ... چنانچہ ہمیں اس سازش کو اس نتیجے تک پہنچانا پڑا جہاں مجرم اسے لے جانا چاہتے تھے ... یعنی سیٹھ صاحب کے بیٹوں اور بیٹیوں کی گھر سے بے دخلی اور بیگم صاحبہ کی گرفتاری ... تا کہ مجرم کھل کر اپنے منصوبے پر عمل کر سکیں ... اور ایسا

ہی ہوا ... صرف سیٹھ صاحب اس راز سے واقف تھے کہ ہمارا پلان کیا ہے ... ہمیں افسوس ہے کہ بیگم صاحبہ کو اس دوران شدید ذہنی صدمے سے دوچار ہونا پڑا ... میں اندازہ کرسکتا ہوں کیا گزری ہوگی ان کے دل و دماغ پر پر جب ایک اپنے ہی شوہر کے خلاف سازش کا الزام ان پر لگا اور انہیں بظاہر گرفتار بھی کر لیا گیا ... لیکن اگر میں ایسا نہ کرتا تو ایاز اختر کبھی اپنے منصوبے کی کامیابی پر یقین نہ کر پاتا اور نہ ہی ... وہ اتنی تیزی کے ساتھ سیٹھ قاسم اوکھلے کو غائب کر کے ان کی جگہ نقلی سیٹھ قاسم کو لا بٹھاتا ...''

'' کیا !!! '' کئی چیخیں بلند ہوئیں ... جن میں سب سے بلند چیخ بیگم اوکھلے کی تھی۔

'' نقلی سیٹھ قاسم ...؟؟ ... یہ کیسے ممکن ہے ...'' وہ تھرتھراتی آواز میں بولیں۔

'' جی ہاں ... نقلی سیٹھ قاسم ...''

'' تو پھر اصلی کہاں ہیں ... کیا ... کیا ان کو ...'' یہ کہتے ہوئے بیگم اوکھلے کی آواز ایک بار پھر کپکپا گئی۔

'' جی نہیں ... وہ بالکل محفوظ ہیں ... آپ اطمینان رکھئے ...''

'' شکر ہے میرے اللہ کا ...''

'' ہاں ... تو میں کہہ رہا تھا کہ آج شام ہمارے اس گھر سے نکلتے ہی ایاز اختر نے اپنے ساتھیوں کو یہاں بلا لیا ... ایک خفیہ راستے سے وہ اندر داخل ہوئے اور اس پھر اسی راستے سے سیٹھ قاسم کو بیہوش کر کے اپنے ساتھ لے گئے ... اور ان کی جگہ نقلی سیٹھ قاسم نے لے لی ... یہ منظر ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ... پھر بنک والوں اور وکیل صاحب کو بلایا گیا کہ سیٹھ صاحب فوری طور پر جائیداد اور پاور آف اٹارنی ایاز اختر کے نام منتقل کرنا چاہتے ہیں ... لہذا یہ لوگ پہنچ گئے کیونکہ ... سیٹھ صاحب بہت بڑے کاروبار کے مالک ہیں اور ان کی بار رو کرنا یا ٹالنا ان کیلئے ممکن نہیں تھا ... اب آپ یہاں سوال کر سکتے ہیں کہ اصلی سیٹھ صاحب کو زندہ رکھنے کی آخر کیا وجہ رہی ہوگی ... انہیں اسی وقت قتل کر کے لاش غائب کی جاسکتی تھی ... اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ قانونی کارروائی مکمل ہونے تک انہیں زندہ رکھنا چاہتے تھے کیونکہ اگر وکیل صاحب یا کاغذات کی تصدیق کرنے والا مجسٹریٹ سیٹھ قاسم کے دستخط کے علاوہ انگوٹھے کے نشان بھی مانگ لیتے تو یہ کہاں سے لاتے ... اس لئے قانونی طور پر کاغذات کی تصدیق اور مجسٹریٹ سے منظوری تک سیٹھ صاحب کو زندہ رکھنا ان کی مجبوری تھی ... اس کے بعد شیخ صاحب کو قتل کر کے یہ کہہ دیا جاتا کہ انہوں نے گھریلو حالات سے مایوس ہو کر

خودکشی کرلی ... اور اس طرح جائیداد اور ملیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ان
بدمعاشوں کے قبضے میں چلی جاتیں اور یہ ان کے بلا شرکت غیرے
مالک بن بیٹھتے ... تو یہ تھی کل کہانی ...''

انسپکٹر جمشید کے خاموش ہوتے ہی ڈی جی رینجرز بول اٹھے:

'' اس گروہ نے کافی عرصے سے ہمیں پریشان کیا ہوا تھا ... آج
یہ گرفت میں آئے ہیں ...''

'' جی ہاں ... لیکن ابھی ان کے بہت سے ساتھیوں اور سرپرستوں کو
پکڑنا باقی ہے ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' انسپکٹر جمشید صاحب ... ہمارے جاسوسوں کی اطلاعات یہ ہیں کہ
ان کے رابطے پڑوسی ملکوں کے ایجنٹوں سے بھی ہیں ... ان کے پاس اتنا
اسلحہ ہے کہ یہ فوجی دستوں سے بھی مقابلہ کر سکتے ہیں ... میں آپ سے
درخواست کروں گا انہیں ملٹری انٹیلیجنس کے حوالے کر دیا جائے ... اور ان
کی گرفتاری کی میڈیا تک پہنچنے نہ دی جائے ورنہ سیاسی دباؤ کی وجہ سے
زیادہ عرصے ان کو بند رکھنا ممکن نہ ہوگا ...'' ڈی جی رینجرز کہتے چلے
گئے۔

'' ٹھیک ہے ... جیسے آپ کی مرضی ...''

پھر کچھ ہی دیر میں ملٹری انٹیلیجنس والے ایک بند گاڑی میں ان کو

وہاں سے لے کر چلے گئے ... اکرام اور باقی لوگ بھی واپس چلے گئے۔

اب وہاں سیٹھ قاسم اوکلے کے گھر والوں کے علاوہ صرف محمود،
فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید ہی رہ گئے تھے۔

'' میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں ... آپ نے میرے
گھر کو برباد ہونے سے بچا لیا ...'' بیگم قاسم اوکلے یہ کہتے کہتے بری
طرح رو پڑیں ...

'' واقعی انسپکٹر صاحب ... اگر آپ ہماری مدد نہ کرتے تو ہم تباہ
ہوگئے ہوتے ...'' سیٹھ قاسم کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے۔

'' جس وقت آپ نے سارا الزام میرے سر ڈال دیا تھا اور مجھے
گرفتار کر کے لے جایا جا رہا تھا ... میں سوچ رہی تھی کہ آپ لوگوں کی
جتنی تعریف میں نے سنی تھی وہ سب جھوٹی تھی ... کیونکہ آپ لوگ بھی
مجھ بے گناہ کو مجرم خیال کر بیٹھے ...'' بیگم قاسم بولیں۔

'' مجرموں پر ہاتھ ڈالنے اور رنگے ہاتھوں پکڑنے کا یہی ایک
طریقہ تھا ... اور دیکھ لیجئے ... کامیاب بھی رہا ...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

'' خیر کوئی بات نہیں ... آپ ہمارے محسن ہیں ...''

اسی طرح کی رسمی گفتگو کچھ دیر جاری رہی ... پھر وہ اجازت لے کر
باہر نکل آئے ...

راستے میں فرزانہ نے پوچھا:

'' لیکن یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ جب مجرموں کا پلان سیٹھ صاحب کو جائیداد کی اپنے نام منتقلی تک زندہ رکھنا ہی تھا ... تو انہوں میں پہلے ہی انہیں زہر کیوں دیا تھا ... یعنی ان کی جان لینے کی کوشش کیوں کی تھی۔''

'' دراصل وہ انہیں ہلاک کرنا ہی نہیں چاہتے تھے ... زہر کی مقدار بہت کم تھی اور وہ اتنا خطرناک بھی نہیں تھا ... میرا یہ کہنا کہ زہر بہت خطرناک ہے ... مجرموں پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ ہم غلط لائنوں پر سوچ رہے ہیں ... وہ تو سیٹھ قاسم پر صرف یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ ان کی بیوی اور بچے ان کے ساتھ مخلص نہیں ہیں ... تاکہ وہ ان پر اعتماد نہ کریں اور پاور آف اٹارنی ایاز اختر پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے نام کر دیں ... لیکن جہاں ہم پریشان ہو کر ٹامک ٹوئیاں مارتے پھر رہے تھے ... وہاں مجرم بھی کسی حد تک پریشان تھے ...''

'' پریشان ہی ہونا تھا تو ہمیں الجھایا ہی کیوں ... مجرم تو منصوبے کے مطابق ہمارے سامنے آئے تھے ...''

'' جہاں تک میرا خیال ہے یہ بات راشد سعید نے محض ہمیں الجھانے کیلئے کہی تھی ... ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ہم معاملے کی جڑ تک جا پہنچیں گے ... ان کا مقصد تو بیگم اوکھلے اور سیٹھ

قاسم کے بیٹوں کو پھنسانا تھا ...''

'' لیکن وہ جو آپ نے کہا تھا کہ سیٹھ قاسم کی جان بڑی مشکلوں سے بچائی گئی ہے ... ڈاکٹروں کی سرتوڑ کوشش کے بعد ... اگر زہر خطرناک نہیں تھا تو پھر ان کی جان خطرے میں کیوں پڑ گئی تھی ... اور اس سے پہلے سیٹھ صاحب کی موت کا ڈرامہ کیوں کیا گیا تھا ...''

'' بھئی یہ کیس نہیں ... آنکھوں میں دھول جھونکنے کا مقابلہ تھا ... وہ ہمیں غلط رخ پر ڈال رہے تھے اور ہم انہیں ...''

'' لیکن پھر وہ لاش کس کی تھی جس کا جنازہ لے جایا گیا تھا۔''

'' ایک لاوارث مردے کے چہرے پر میک اپ کیا گیا تھا۔''

'' اور ! وہ اجمل برادرز تو رہ ہی گئے۔''

'' میں نے بتایا تھا نا ... اجمل برادرز قسم کی فراڈ فرمیں یہ لوگ ایسے کاموں کیلئے بنا لیا کرتے تھے ... جہاں اتنے بڑے ڈرامے کھیلے جا رہے ہوں تو یہ معاملات بھی اسکرپٹ کا حصہ ہوتے ہیں۔''

'' اور ان لوگوں کا کیا رہا جنہیں ہم بوریوں میں بند کر کے لائے تھے ؟''

'' ان پر بہت سوچ سمجھ کر ہاتھ ڈالا گیا تھا ... وہ کرائے کے مجرم تھے جو اس سے پہلے ایسی ہی وارداتوں کے سلسلے میں ہمارے مخبروں کی

نظر میں تھے ... ان سے مجھے اس کیس کے حوالے سے بہت اہم معلومات ملی تھیں ... اس وقت وہ خفیہ فورس کی قید میں ہیں ... ان کی گرفتاری میڈیا کے سامنے نہیں لائی جائے گی ...''

''ویسے مجھے حیرت بھی ہے اور افسوس بھی۔'' فرزانہ نے کہا۔

''اب تمہیں کس بات پر حیرت اور افسوس ہو رہا ہے۔'' فاروق نے اسے گھورا۔

''ہمارا معاشرہ کس طرف جا رہا ہے ... رشتوں کا احترام اور تقدس ختم ہوتا جا رہا ہے ... اگر اس گھرانے کے افراد ایک دوسرے سے پیار کرتے اور مجرموں کو ان کے آپس کی نفرتوں کی خبر نہ پہنچتی تو کبھی بھی ایسے گروہ ان کے اختلافات سے فائدہ اٹھا کر اپنا الو سیدھا کرنے میں کامیاب نہ ہوتے۔''

''ہاں ... فرزانہ تم ٹھیک کہہ رہی ہو ... یہ واقعی افسوسناک ہے۔''

''خیر چلیے پھر... اس کا مطلب ہے... ہم بھی ہو گئے فارغ۔''

''ہاں! اللہ کا شکر ہے۔''

''اور وہ ... وہ تو رہ ہی گیا۔'' فاروق ہکلایا۔

''وہ کیا...''

''وہی... سہرا...''

''دھت تیرے کی...'' محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا... جو فاروق کی ران پر لگا... اس نے تلملا کر جو اپنا ہاتھ نچایا تو وہ فرزانہ کی ناک پر لگا ... اور پھر اس سے پہلے کہ انسپکٹر جمشید بیچ بچاؤ کرتے ... وہ آپس میں بھڑ گئے...

ان کی جیپ گھر کی جانب رواں دواں تھی ...

☆☆☆☆☆

آئندہ ناول کی ایک جھلک

پاگل واپسی

اشتیاق احمد

اجنبی کا جملہ حد درجے عجیب تھا۔

- اور وہ جملہ اس نے پیٹ بھر کر کھانا کھانے کے بعد کہا تھا۔
- اسے پیٹ بھر کر کھانا کھلانے والے کون لوگ تھے۔
- اور جب انہوں نے اس کی کہانی سنی تو وہ رو پڑے۔
- اجنبی کو ایک رات کہاں گزارنا پڑی۔
- اور دوسری صبح کیا ہوا۔
- ایک بہت بڑے آدمی کا جوان بیٹا گم تھا۔

- اس کی ملاقات اس اجنبی سے ہوئی تھی۔
- انہیں اخبارات میں ایک عجیب اشتہار دینا پڑا۔
- اسفند چوک میں کیا ہو رہا تھا۔
- جب ایک سرائے میں انہیں ٹھہرنا پڑا۔
- سرائے میں موت ان کی طرف لپکتی ہے۔
- انہیں فوج اور بہلی کاپٹروں کی مدد لینا پڑی۔
- یہ کیس ان کے لیے لوہے کے چنے چبانے کے برابر ثابت ہوا۔
- اور آخر میں تو آپ سکتے میں آ جائیں گے۔

Mahmood, Farooq, Farzana and Inspector Jamshed Series

Qatil ka Shikar قاتل کا شکار

Ek mafia jis ne Inspector Jamshed Team kokhula challenge kiya ...

Mujrimo ki daleri herat angez thi

Qadamqadam per unkiaankhon me dhool jhonki ja rahithi ...

Kaun kis ko bewaquf bana raha tha
Qatil kaun tha ... ya kaun thi ...

aik maa jo apne bachon ko qatal ke ilzam me pakarwana chahti thi ...

Seth Qasim Oaklay kia apne khilaf khud koi sazish ker rahe thay ...

Sheht me dandanati syasi mafias kia game khel rahi theen ...